اللہ کی قسم
جشنِ عید میلاد النبی
قرآن و حدیث سے ثابت نہیں
تألیف
محمد طیب محمدی
www.KitaboSunnat.com
سنت بہترین عمل
بدعت بدترین عمل

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سنت .... بہترین عمل

بدعت .... بدترین عمل

اللہ کی قسم......!

جشن عید میلاد النبی ﷺ

قرآن وحدیث سے ثابت نہیں

تألیف

محمد طیب محمدی

ادارہ تحقیقات السلفیہ
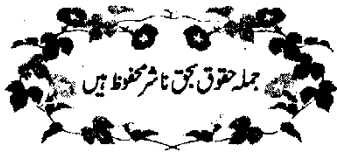
فون: 0300-7453436

نام کتاب

جشن میلاد النبی ﷺ
قرآن وحدیث سے ثابت نہیں

نام مؤلف	محمد طیب محمدی
کمپوزنگ	عبدالقدوس (0333-8242703)
تعداد	۱۱سو
سن اشاعت	فروری ۲۰۱۰ء
قیمت	....

ناشر

ادارہ تحقیقات السلفیہ

فون: 0300-7453436

❁ ایک دن کی جھوٹی محبت کی بجائے ساری زندگی اتباع رسول کو اپناؤ

❁ عظمت مصطفیٰ ﷺ پر جان بھی قربان ہے

❁ جو نہ ہو اتباع مصطفیٰ تو زندگی فضول ہے

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ

تَعْصِى الرَّسُوْلَ وَ اَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ

ذَاكَ لَعَمْرِىْ فِى الْقِيَاسِ بَدِيْعٌ

''اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اس کی اطاعت کرتا۔ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ تو رسول کی نافرمانی کر کے اظہار محبت کرتا ہے۔ یہ تو حقیقت میں خلاف قیاس ہی ہے۔''

❁ کیا سال کے باقی تمام دنوں میں آپ کو کوئی خوشی نہیں اگر ہے تو اس کا اظہار کیسے کرتے ہو۔

❁ ہم آپ کو اسی طرف لانا چاہتے ہیں خوشی آپ ﷺ کے احکام پر آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے سنت کا پرچار کرنے سے ہوتی ہے۔

- بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی شبیہیں بناتے ہو اور پھر خود ہی انہیں مسمار کر دیتے ہو۔
- اگر بنانا تعظیم تھا تو اب مسمار کرنا کیا ہے؟
- اگر وہ محبت تھی تو اب کیا ہے؟
- یا اللہ اس قوم کو سمجھ عطا فرما یہ نہیں جانتی

- بریلوی حضرات کہتے ہیں خوشی کا اظہار بازاروں میں نکل کر جلوس نکال کر پورے شہر میں گھوم کر گلے پھاڑ کر نعرہ بازی کر کے ہوتا ہے۔
- ہم کہتے ہیں خوشی کا اظہار سنت رسول پر عمل کر کے ہوتا آپ ﷺ کی رسالت کو تسلیم کر کے ہوتا ہے

❁ عاشقان رسول نے عشق کے بھیس میں ایسی بدعات گھڑ لیں ہیں جن کو ادا کر کے وہ اپنے آپ کو گویا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، بلال، خبیب، صہیب رضی اللہ عنہم سے زیادہ محبّ و مقرب ثابت کرنا چاہتے ہیں

﴿ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ﴾

محبت نہیں مصطفیٰ کی جسے
نہ بخشش نہ رحمت خدا کی اسے
جو اس کے امر میں خطا پائے گا
وہ ظالم دیوانہ کدھر جائے گا
محمد ﷺ کی جس دل میں الفت نہ ہو گی
سمجھ لو کہ قسمت میں جنت نہ ہو گی
کرے جو اطاعت محمد ﷺ کی دل سے
اسے پیرومرشد کی حاجت نہ ہو گی
بھٹکتا رہا ہے بھٹکتا رہے گا
محمد ﷺ سے جس کو عقیدت نہ ہوگی

- جشن عید میلاد النبی پر جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں ، چراغاں کیا جاتا ہے، محرابیں سجائی جاتی ہیں، پہاڑیاں لگائی جاتی ہیں، قوالیاں کروائی جاتی ہیں، جگہ جگہ تماشے لگائے جاتے ہیں۔ بریلوی حضرات ان بدعات میں شریک نہ ہونے والوں کو شیطان کہتے ہیں۔
- جب کہ یہ تمام فضولیات ہیں، ان سے کسی یتیم کا بھلا، کسی غریب کا فائدہ نہیں ہوتا
- جب کہ فضول خرچی کرنے والوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے
- ﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ﴾(بنی اسرائیل: ۲۷)
"بے شک فضول خرچ شیاطین کے بھائی ہیں۔"

●●

- اے مالدارو......!
- اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کی بتائی ہوئی جگہوں پر خرچ کرو۔
- غرباء، مساکین خصوصاً جو قرابت دار ہیں خفیہ طریقے سے ان کی مدد کرو۔
- اللہ تعالیٰ کے مال کو فضولیات میں مت اڑاؤ۔ جس کا کسی کو قطعاً کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔
- لائٹنگ، جھنڈیاں، مسہریاں لگاتے ہو پھر خود ہی انہیں اتار دیتے ہو۔
- محبت اتنی عارضی ......!!
- سنت رسول اپناؤ دائمی محبت کرو

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ

- یہ شعر لکھنے والو! ذرا غور کرو رسول اللہ تو اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نہیں گئے تھے
- غصے میں آنے سے پہلے حدیث پڑھ لینا......!
- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے آپ نے ان کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا دیکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل نہ ہوئے حالانکہ کم ہی ایسا ہوا کہ آپ آئے ہوں اور فاطمہ کو نہ ملیں، یعنی آپ سب سے پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملتے: لیکن اس دفعہ آپ دروازے سے ہی لوٹ گئے جب علی رضی اللہ عنہ گھر آئے تو فاطمہ نے اس کا ذکر آپ رضی اللہ عنہ سے کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میں نے اس کے دروازے پر دھاری دار پردہ لٹکا دیکھا تھا اس لیے واپس چلا آیا)[مَا لِيَ وَ لِلدُّنيَا] : مجھے دنیا سے کیا سروکار؟ تو علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس لوٹ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بات سنا دی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو اب میرے لیے کیا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی فلاں کے گھر وہ پردہ بھیج دو۔"

❀ بریلویت کے پاس ''اگر، مگر، لہٰذا، تو پھر'' کے چکر مکر علاوہ کوئی دلیل نہیں یعنی اگر ''مائدہ آسمانی'' عید ہے تو پھر میلاد النبی ﷺ بھی عید ہے۔ ابو لہب لعین نے لونڈی آزاد کی ہے تو پھر ہمیں بھی جشن منانا چاہیے۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ یا جمعہ کا دن عید ہے تو پھر میلاد النبی بھی عید ہے

❀ جہاں کہیں عید یا خوشی کا لفظ نظر آیا تو فوراً کہہ دیا میلاد النبی اس سے بڑھ کر خوشی ہے لہٰذا یہ دن بھی عید ہے۔

❀ دس محرم کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس لیے آپ اس سارے مہینے میں شادی کرنا ناجائز سمجھتے ہو۔

❀ تو جس مہینے میں حسین ﷺ کے نانا جان ﷺ فوت ہوئے اس مہینے میں بلکہ اس دن جشن، عید کیوں مناتے ہو۔ ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

فہرست

سنت......بہترین عمل

بدعت...... بدترین عمل

جشن عید میلاد النبی ﷺ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں

اسوۂ رسول اعمال کی قبولیت کی بنیادی شرط

اس عنوان میں وہ دلائل بیان کیے جائیں گے جن سے ثابت ہوگا کہ اعمال کی قبولیت اسوۂ رسول کے بغیر ممکن نہیں۔ یعنی کوئی شخص ایسا عمل کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں یا آپ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے تو اس کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے عمل کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں۔

﴿ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۸۵)

”جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور طریق زندگی اختیار کرنا چاہے۔ اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ناکام ونامراد رہے گا۔“

ایسا شخص بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ۝لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ۝﴾ (الغاشية: ۱۔۷)

کیا آپ کے پاس ڈھانپ لینے والی کی خبر پہنچی ہے اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے محنت کرنے والے تھک جانے والے گرم آگ میں داخل ہوں گے۔ کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا مگر ضریع سے جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔“

اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود (نا قابل قبول):

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ] ①

”عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جو شریعت میں نہیں، وہ کام مردود ہے۔“

کئی لوگوں نے اس حدیث کو اپنی خواہش کے مطابق ڈھالنے کی پوری کوشش کی ہے تا کہ ان کی خودساختہ ایجادات دین میں شامل ہو جائیں۔

طاہر القادری کی عبارت ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کس طرح اس حدیث کے ساتھ زور آزمائی کر رہا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کے معجزاتی کلمات کے سامنے اسے منہ کی کھانی پڑی ہے۔ لکھتا ہے:

ان اَحادیث میں لفظِ [اَحْدَثَ] کے بعد [مَا لَيْسَ مِنْهُ] یا [مَا لَيْسَ فِيْهِ] کے الفاظ قابل غور ہیں۔ عرفِ عام میں [اَحْدَثَ] کا معنیٰ ”دین میں کوئی چیز ایجاد کرنا“ ہے اور لفظ [مَا لَيْسَ مِنْهُ] اَحْدَثَ کے مفہوم کو واضح کر رہا ہے کہ [اَحْدَثَ] سے مراد وہ نئی چیز ہو گی جو اس دین میں نہ ہو۔ حدیث کے اس مفہوم سے ذہن میں ایک سوال اُبھرتا ہے کہ:

اگر [اَحْدَثَ] سے مراد ”دین میں کوئی بھی نئی چیز پیدا کرنا“ ہے تو جب ایک چیز نئی پیدا ہو رہی ہے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی [مَا لَيْسَ مِنْهُ] یا [ما ليس فيه] کیونکہ اگر وہ دین کا حصہ تھی تو اس کو نئی کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور جس کو نئی چیز کہہ دیا تو لفظ [اَحْدَثَ] ذکر کر دینے کے بعد اس امر کی ضرورت نہ تھی کہ [مَا لَيْسَ مِنْه] کا اضافہ کیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ دین میں سے ہو تو نئی [مُحْدَثَه] نہ رہی اور اگر وہ نئی ہے تو [ما ليس منه] کہنے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ نئی چیز تو کہتے ہی اسے ہیں جو پہلے دین میں موجود نہ ہو۔ ذیل میں [أحدث] کے بعد [ما ليس منه] ذکر کرنے کی حکمت بیان کی جاتی ہے۔

① صحيح مسلم، كتاب الاقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، ح١٧١٨

[اَحْدَثَ] کے بعد [مَا لَیْسَ مِنْہُ] فرمانے میں حکمت:

متذکرہ بالا حدیث پر فکر وتدبر کرنے اور اس میں [أحدث] کے بعد [ما لیس منہ] کے اضافہ پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ہر نیا کام مردود نہیں بلکہ صرف وہ نیا کام مردود ہو گا کہ جس کے لیے دین میں سرے سے کوئی اصل، مثال، ذکر، معرفت یا حوالہ ہی نہ ہو اور اسے دین میں یعنی ضروریاتِ دین، واجباتِ اسلام اور آساسی عقائد شرعیہ میں یوں داخل کیا جائے کہ وہ "اساسیاتِ دین میں اضافہ" بن جائے۔ جس سے دین اسلام کے بنیادی اصولوں میں اصلاً کمی یا بیشی واقع ہو جائے۔ یہ اِحداث دین اسلام کی مخالفت اور دین میں "فتنہ" تصور ہو گا۔ (قادری صاحب کا اقتباس ختم ہوا)

جواب=آپ ان الفاظ میں غور کریں : وہ "اساسیات دین میں اضافہ" بن جائے جس سے دین اسلام کے بنیادی اصولوں میں اصلاً کمی یا بیشی واقع ہو جائے یہ احداث دین اسلام کی مخالفت اور دین میں "فتنہ" تصور ہو گا۔

قادری صاحب نے اساسیات دین، بنیادی اصولوں میں اس حدیث کو مقید کر دیا ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اب میں جو مرضی عمل ایجاد کر کے دین بنانا شروع کر دوں وہ صحیح اور جائز ہو گا اور اگر کوئی ہم سے پوچھے گا کہ یہ عمل آپ نے ایجاد کیا جب کہ کتاب و سنت میں یہ موجود نہیں، تو ہم کہیں گے اساسیات دین یا دین اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے نہیں، لہٰذا جائز ہے۔ تو یہ بات ان کی دو لحاظ سے غلط ہے:

۱۔ حدیث کے الفاظ عام ہیں کوئی بھی عمل ہو وہ اساسیات دین میں آئے، بنیادی اصولوں میں آئے یا فروعی اصولوں میں آئے وہ مردود ہو گا۔ قادری کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ حدیث کے عام الفاظ کو اساسیات میں مقید کرے۔

۲۔ جو عمل وہ ایجاد کر رہے ہیں اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ اساسیات میں سے نہیں بلکہ فروعات میں سے ہے۔ دیکھو! پہلے حدیث کو مقید کیا ہے پھر اپنے خود ساختہ عمل کو فروعی کہا اور دین سازی کرنا شروع کر دی۔ افسوس ہے ایسے علم پر۔

[أُحْدَثَ] کے بعد [مَا لَيْسَ مِنه] نے تو احدث کی مزید وضاحت کر دی ہے کہ جو دین اسلام نہیں وہ احدث ہے لیکن قادری صاحب کس طرح اس میں تحریف کر کے بدعت ایجاد کرنے کی راہ نکال رہے ہیں۔

محض اچھی نیت کافی نہیں:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [كَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيبَهُ] [1]
''کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے خیر کو پا نہیں سکتے۔''

بدعات کے معاملے کو معمولی سمجھنے والوں کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے بدعت کا مرتکب ہوتا ہے اس کی نیت تو اچھی ہے اس لئے اس اعتبار سے اس کے عمل کو بھی اچھا ہی کہا جائے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقصد نیک ہونے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ عمل سنت کے مطابق ہو اگر وہ عمل سنت رسول کے مطابق نہیں ظاہر وہ کتنا ہی اچھا محسوس ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ عمل مردود ہو گا بلکہ وہ عمل اچھا ہو سکتا ہی نہیں، جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو۔ نیت اچھی ہو پھر بھی مردود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ فرمان: [مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ]
''جس نے ہمارے دین میں ایسا عمل ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔'' [2]

صحیح مسلم کے الفاظ یوں ہیں: [مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ]
''جو کوئی ایسا عمل کرے جو ہمارے طریقہ پر نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔''

یہ دونوں حدیثیں برملا اظہار کر رہی ہیں جو عمل شریعت میں نہیں وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے۔ مقبول تب ہی ہو گا جب اللہ اور رسول کا حکم امر اس پر ہو گا ورنہ خواہ اسے اچھی نیت کر کے ایجاد کر لو وہ مردود ہے۔

---

1. سلسلہ صحیحة، رقم: ۲۰۰۵
2. صحیح البخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم: ۱۷۱۸

قربانی سنت کے مطابق نہیں تھی اگرچہ نیت بڑی اچھی تھی:

ابو بردہ بن دینار رضی اللہ عنہ براء بن عازب کے ماموں نے نبی ﷺ کو کہا میں نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کر لی ہے، میں نے سمجھا آج کھانے پینے کا دن ہے:

[وَ أُحْبَبْتُ أَنْ تَكُوْنَ شَاتِي اَوَّلَ مَا يُذْبَحُ فِي بَيْتِي]

"میں نے یہ پسند کیا کہ آج کے دن سب سے پہلے میرے گھر میں ذبح ہو۔"

نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی کی اس کی قربانی نہیں۔ [فَإِنَّهَا شَاةُ لَحْمٍ] "یہ صرف بکری کا گوشت ہے" [لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ مِنْ شَيْءٍ] "قربانی میں سے کچھ نہیں۔"[1]

فائدہ= اس صحابی کی نیت بہت اچھی تھی لیکن عمل رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق نہیں تھا تو آپ نے اسے قربانی ہی قرار نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ قربانی ہے ہی نہیں۔ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئی ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"شیخ ابو محمد بن ابی جمرہ کا قول ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ عمل اگرچہ اچھی نیت سے کیا گیا ہو اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہو۔"[2]

روزے دار:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلٰى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهُ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيْلَ لَهُ بَعْدَ ذَالِكَ إِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ [أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ][3]

---

1. صحيح البخاری، كتاب الجمعة باب الأكل يوم النحر، رقم: ٩٥٥، صحيح مسلم: ١٩٦١
2. فتح الباری (١٠/١٧)
3. مسلم، كتاب الصيام، باب جواز الصوم والفطر، حديث: ١١١٤

''جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں فتح مکہ کے لئے (مدینہ سے) نکلے تو آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا جب کراع غمیم (جگہ پر) پہنچے تو آپ ﷺ نے پانی کا پیالہ منگا کر اونچا کیا، یہاں تک کہ لوگوں نے اس (پیالہ) کو دیکھ لیا پھر آپ ﷺ نے پی لیا بعد میں آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے ابھی بھی روزہ رکھا ہوا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ لوگ نافرمان ہیں یہ لوگ نافرمان ہیں۔''

فائدہ= ان لوگوں کی نیت بڑی اچھی تھی اور عمل بھی بظاہر بہت اچھا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ کے مطابق نہیں تھا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے روزہ رکھ کر بہت اچھا کام کیا ہے بلکہ آپ نے ان کو نافرمان کہا۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَغَدَا اَصْحَابُهُ فَقَالَ: [اَتَخَلَّفُ فَاُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ۔ فَلَمَّا صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَاٰهُ فَقَالَ لَهٗ: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَغْدُوَ مَعَ اَصْحَابِكَ؟ فَقَالَ اَرَدْتُ اَنْ اُصَلِّيَ مَعَكَ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ۔ فَقَالَ: لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ] (1)

(1) سنن الترمذی،ابواب الجمعة: باب ماجاء فی السفر یوم الجمعة،حدیث صحیح صححه الشیخ احمد شاکر فی تحقیقة علی الترمذی رقم الحدیث: ٥٢٧ وفی مسند احمد "اسناد صحیح" انظر المسند الامام احمد بن حنبل ،حدیث: ٢٣١٧ (٤/ ٩٠) وهذا الحدیث فی المسند: ١/ ٢٥٦ ولكن الشیخ الالبانی قال "ضعیف الاسناد" انظر ضعیف الترمذی رقم الحدیث: ٨١۔ وقال الشیخ احمد شاکر "الحجاج عندنا ثقة ومع ذالك فان الحدیث له شاهد باسناد جید یدل علی صحة روایة الحجاج والحكم عن مقسم۔ ورواه البیهقی فی السنن الكبریٰ= كتاب الجمعة: باب من قال لا تجسس الجمعة عن سفر (١٨٧/٣) ورواه ابن عبدالحكم فی فتوح مصر علی الصفحة: ٢٩٨.

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن ایک چھوٹے لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا۔ پس صبح کے وقت اس کے ساتھی چل پڑے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پیچھے رہوں گا اور اللہ کے رسول ﷺ کی اقتداء میں نماز جمعہ پڑھوں گا، پھر اپنے ساتھیوں کو جا پکڑوں گا۔ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر چکے تو آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: عبداللہ! تجھے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ صبح جانے سے کس چیز نے روکا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ میرا ارادہ تھا آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ لوں گا اور پھر ساتھیوں سے بھی جاملوں گا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر دے تب بھی تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح جانے کا ثواب نہ پاسکے گا۔''

فائدہ = عبد اللہ بن رواحہ کی نیت بہت اچھی تھی، عمل بھی بہت اچھا تھا لیکن نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق نہیں تھا تو آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا بلکہ آپ نے فرمایا ان لوگوں کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا جنھوں نے میری بات تسلیم کی اور کوچ کر گئے۔

عیسائیوں کی رہبانیت:

﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنٰهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً وَّرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (الحدید: ۵۷/ ۲۸)

''ان کے بعد ہم نے لگاتار اپنے رسول مبعوث کئے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو مبعوث کیا۔ اس کو انجیل عطا کی اور جن لوگوں نے اس کی پیروی اختیار

کی، ان کے دلوں میں ہم نے ترس اور رحم ڈال دیا۔ جب کہ صوفیت انہوں نے خود ایجاد کر ڈالی اللہ کی خوشنودی کی طلب میں (انہوں نے اس کو اختیار کیا تھا)۔ ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔ ان میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے ان کا اجر ہم نے ان کو عطا کیا مگر ان میں سے اکثر لوگ فاسق تھے۔"

فائدہ = رہبانیت اختیار کرنے میں ان کی نیت اللہ کی رضامندی کا حصول تھا مگر وہ قابلِ قبول اس لیے نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔

[عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ : لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدِّدَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ ، فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ، فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ ﴿رَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ﴾ (الحدید:۲۷)] [1]

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خود پر تشدد نہ کرو کہ اللہ بھی تم پر سختی کرے گا۔ بلاشبہ ایک قوم نے اپنے آپ پر تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سختی کی۔ تشدد کرنے والوں کے باقی ماندہ لوگ عیسائیوں کے گرجا گھروں اور یہودیوں کے معبد خانوں میں ہیں (اس کی دلیل ارشادِ باری تعالیٰ ہے جس کا ترجمہ ہے):" انھوں نے رہبانیت کو ایجاد کیا ہم نے ان پر رہبانیت کو لازم نہیں کیا۔"

ورد اور ذکر اسوۂ رسول اللہ کے مطابق ہو:

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھے لوگوں کے پاس آئے جن کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں۔ ان میں سے ایک آدمی کہتا سو بار اللہ اکبر کہو۔ اور وہ کنکریاں پر شمار

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الادب باب في الحسد، رقم: ٤٩٠٤

کر کے سو بار اللہ اکبر کہتے۔ پھر وہ کہتا سو بار لا الہ الا اللہ کہو۔ سو بار سبحان اللہ کہو۔ اور لوگ اسی طرح کرتے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا: یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: ابو عبد الرحمن ہم تکبیر تسبیح تھلیل کنکریوں پر شمار کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: تو تم اپنے گناہ شمار کرو میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ (گناہ شمار کرنے سے اعمال ضائع نہیں ہوتے بدعت ایجاد کرنے سے گناہ ضائع ہو جاتے ہیں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! تم پر افسوس ہے تم اس قدر تیزی سے ہلاکت کی طرف لڑھک گئے۔ یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وافر تعداد میں موجود ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملبوسات ہیں جو ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال کے برتن بھی نہیں ٹوٹے، اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے طریقہ پر ہو جس میں ملت محمدیہ سے بھی زیادہ ہدایت پائی جاتی ہے یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔ وہ کہنے لگے ابو عبد الرحمن ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی کا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: [كَمْ مِنْ مُرِيْدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُّصِيْبَهُ]
”بھلائی کا ارادہ کرنے والے کتنے لوگ ایسے ہیں جو اسے پا نہیں سکتے۔“ ①

خلاف سنت نماز غیر مقبول:

ابو وائل فرماتے ہیں کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کر رہا تھا (یعنی جلدی سے نماز پڑھ رہا تھا) جب اس نے نماز مکمل کر لی تو اسے فرمایا:

[مَا صَلَّيْتَ وَ اَحْسِبُهُ قَالَ لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ] ②

”تو نے نماز ہی نہیں پڑھی، راوی (ابو وائل) کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر (یہ نماز پڑھتے پڑھتے مر جاتا تو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر تیری موت نہ ہوتی (یعنی کافر ہو کر مرتا)۔“

① ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة لمحدث الالبانی رحمہ اللہ(٢٠٠٥)، اس کی سند حسن ہے۔
② بخاری، کتاب الاذان، باب اذا لم يُتِمَّ السُّجُوْدَ، رقم:٨٠٨

غیر مسنون نماز:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور نماز پڑھی پھر آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اور فرمایا: [اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ]

''واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔''

وہ چلا گیا اور نماز پڑھی اور آ کر سلام کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی (یعنی سنت کے خلاف پڑھی ہوئی نماز نہ پڑھنے کے برابر ہوتی ہے)

اس طرح تین بار ہوا تو وہ شخص کہنے لگا:

[وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَيْرَهٗ فَعَلِّمْنِیْ]

''مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے زیادہ بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے نماز سکھا دیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا......ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِیْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا] [1]

''جب تو نماز میں کھڑا ہوا تو اللہ اکبر کہہ (دعائے افتتاح کے بعد) جو قرآن آسان ہو پڑھ (یعنی فاتحہ اور کوئی سورت پڑھ) پھر رکوع کر اور رکوع میں اطمینان کر پھر سیدھا کھڑا ہو جا پھر سجدہ کر اور سجدے میں اطمینان کر پھر اطمینان سے بیٹھ جا پھر سجدہ کر اور سجدے میں اطمینان کر پھر اپنی پوری نماز اسی طرح (اطمینان وسکون سے) پڑھتا چلا جا۔''

طاقت سے زیادہ عبادت:

انس بن مالک کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے وہاں دو ستونوں کے درمیان

[1] بخاری، کتاب الاذان، باب أمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی......،رقم:۷۹۳

ایک رسی لٹک رہی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ رسی کیوں لٹک رہی ہے؟ صحابہ نے کہا یہ رسی زینب نے لٹکائی ہے۔ (وہ عبادت کرتی ہے) جب تھک جاتی ہے تو رسی باندھ لیتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

[لَا حُلُّوهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ] ①

''اس کو اتار دو، ایسا نہ کرو اپنی ہوش و حواس کی حالت میں نماز پڑھو جب تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ۔''

نماز لمبی پڑھنی زیادہ عبادت کرنی حتی کہ اپنے نفس کو تکلیف میں مبتلا کرنا یہ کوئی تقویٰ نہیں، اپنے نفس کو تکلیف دے کر عبادت کرنی بظاہر بڑا محنت طلب عمل ہے لیکن شریعت میں اپنے نفس کو تکلیف دے کر زیادہ مشکل عمل کرنا کوئی ثواب والا کام نہیں۔ اجر و ثواب اسی عمل میں ہے جو شریعت میں مسنون ہے اگرچہ وہ عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

[عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا، وَأَبْشِرُوْا، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ]. ②

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ دین اسلام آسان ہے اور جو کوئی دین پر سختی کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا پس تم راہِ صواب پر چلو اور میانہ روی اختیار کرو اور ثواب کی خوشخبری قبول کرو اور صبح، شام اور رات کے آخر میں (عبادت پر اختیار کر کے) مدد طلب کرو۔''

اپنی طرف سے جتنا مرضی مشکل کام کر لو کوئی اجر نہیں ملے گا:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دفعہ نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ایک آدمی کھڑا تھا نبی ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا (یہ کیوں کھڑا ہے) صحابہ نے کہا یہ ابو اسرائیل ہے:

① بخاری کتاب الجمعة باب ما یکره من التشدید فی العبادة، حدیث: ۱۱۵۰

② صحیح البخاری: کتاب الایمان، باب الدین یُسرٌ، رقم: ۳۹

[نَذَرَ أَنْ يَّقُوْمَ وَ لَا يَقْعُدُ وَ لَا يَسْتَظِلَّ وَ لَا يَتَكَلَّمَ وَ يَصُوْمُ]

''اس نے نذر مانی ہے کہ یہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں اور نہ سائے میں جائے گا اور کلام کرے گا اور روزہ رکھے گا۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: [مُرْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَ لْيَسْتَظِلَّ وَ لْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ] [1]

''اس کو حکم دو یہ کلام کرے اور سائے میں جائے اور بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرے۔''

فائدہ= انسان اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کر کے سمجھتا ہے مجھے اس سے اجر اور ثواب ملے گا لیکن جو عمل شریعت میں مسنون نہیں اس پر قطعاً ثواب نہیں مل سکتا۔ خواہ مخواہ کی تکلیف ہے جتنی مرضی تکلیف اٹھالے، اجر اور ثواب کوئی نہیں۔

تیری ماں پر سلام:

عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ سَالِمٌ وَ عَلَيْكَ وَعَلٰى أُمِّكَ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ مِمَّا قُلْتُ لَكَ قَالَ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ لَمْ تَذْكُرْ أُمِّيْ بِخَيْرٍ وَ لَا بِشَرٍّ قَالَ إِنَّمَا قُلْتُ لَكَ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّا بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [وَعَلَيْكَ وَ عَلٰى أُمِّكَ] ثُمَّ قَالَ [إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ] قَالَ فَذَكَرَ بَعْضَ الْمَحَامِدِ [وَلْيَقُلْ لَهُ مَنْ عِنْدَهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَ لْيَرُدَّ يَعْنِي عَلَيْهِمْ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ] [2]

''ہلال بن یساف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم سالم بن عبید کے پاس تھے کہ ایک آدمی نے

1. بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب النذر بینما ما یملك، حدیث:۔٦٧٠٤
2. ابوداؤد کتاب الأدب باب ما جاء فی تشمیت العاطس، حدیث: ٥٠٣١

چھینک ماری اور کہا: [اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ] سالم رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا [وَعَلَیْكَ وَعَلٰی اُمِّكَ] (یعنی تجھ پر اور تیری ماں پر بھی سلام) پھر کہا جو میں نے کہا شاید اس پر تجھے ناگواری محسوس ہوئی ہے۔ آدمی نے جواب میں کہا میری خواہش تھی کہ تم میری ماں کا اچھے الفاظ میں تذکرہ کرتے نہ کہ برے الفاظ سے۔ تو سالم رضی اللہ عنہ نے کہا: ''سنو میں نے یہ جواب اس لئے دیا ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی نے چھینک ماری اور [اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ] کہا، تو اس کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی جواب دیا [وَعَلَیْكَ وَعَلٰی اُمِّكَ] (لہٰذا میں نے بھی ویسا ہی کہا ہے) اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بتایا: ''جب چھینک مارو، تو [اَلْحَمْدُلِلّٰهِ] کہو۔'' راوی کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دیگر حمد کے کلمات کا بھی ذکر کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چھینکنے والے کے پاس جو شخص موجود ہو اسے [یَرْحَمُكَ اللّٰهُ] کہنا چاہئے اور چھینکنے والے کو پھر [یَغْفِرَ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ] کہنا چاہئے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کا محل یہ نہیں::

عَنْ نَافِعٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ اَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ لَیْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا اَنْ نَقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ] [1]

''نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک ماری اور کہا [اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ] عبداللہ بن

[1] ترمذی، کتاب الادب، باب ما یقول العاطس اذا عطس، حدیث: ۲۷۳۸.

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: [اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ] تو میں بھی کہتا ہوں (یعنی مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے میں کوئی اعتراض نہیں) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یوں سکھایا ہے (چھینک کے بعد) ہم [اَلْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ] کہیں (لہٰذا جو سنت طریقہ ہے وہی اختیار کرو)"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طریقے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی روگردانی کو ناپسند کیا:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا۔ پھر اس میں لوگوں کو بھی رخصت دی (کہ وہ کریں) لیکن کچھ لوگوں نے اس سے کنارہ کشی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

[مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ اَصْنَعُهُ]

"ان لوگوں کو کیا ہوا کہ اس چیز سے پرہیز کرتے ہیں جو میں نے کی ہے۔"

[فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَ اَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً] [1]

"اللہ کی قسم! میں ان سے زیادہ اللہ کریم کے بارے میں جانتا ہوں اور ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔"

سنت کی پیروی بدعت سے بچاتی ہے:

ابو صلت فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خط لکھا جس میں اس نے تقدیر کے بارے میں کوئی سوال کیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اسے جواب دیتے ہوئے یہ لکھا:

[اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالْاِقْتِصَادِ فِيْ اَمْرِهِ وَ اِتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ وَتَرْكِ مَا اَحْدَثَ الْمُحْدِثُوْنَ بَعْدَ مَا جَرَتْ بِهِ سُنَّةٌ وَكُفُوْا مُؤْنَتَهُ فَعَلَيْكَ بِلُزُوْمِ السُّنَّةِ فَاِنَّهَا لَكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ عِصْمَةٌ] [2]

---

1. بخاری، کتاب الاعتصام، باب ما یکرہ من التعمق، رقم: ۷۳۰۱
2. ابو داود، کتاب السنة، باب من دعا الی السنة، حدیث: ٤٦١٢

"میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا ڈر (تقویٰ) پیدا کرو، معاملات میں میانہ روی اختیار کرو، اپنے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرو اور سنت کے مقابلے میں لوگوں نے جو نئی چیزیں پھیلا رکھی ہیں، ان سب سے بچو۔ اگر سنت کی پیروی کرو گے تو اللہ کے حکم سے یہ تمہیں گمراہ ہونے سے بچائے رکھے گی۔"

[عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِنَ السُّنَّةِ مِثْلُهَا فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ] ①

"غضیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "جو قوم کوئی بدعت جاری کرے، ان سے اس بدعت کے مقابلے میں سنت اٹھالی جاتی ہے، پس سنت کو لازم پکڑنا بدعت اختیار کرنے سے بہتر ہے۔"

غضیف رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس وقت بیان کی جب ان کے دور میں عبدالملک بن مروان نے بعض بدعات شروع کر دیں اور غضیف رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کے ساتھ شرکت کریں مگر غضیف رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف سنت کاموں میں شرکت کرنے سے صاف انکار کر دیا اور انہیں بدعت قرار دیتے ہوئے یہ حدیث نبوی سنائی۔

اللہ، رسول کا ایک ہی ضمیر میں ذکر:

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس خطبہ دیا تو اس نے کہا:

[مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بِئْسَ الْخَطِيْبُ اَنْتَ قُلْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ] تو بہت برا خطیب ہے۔ [وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ] کہو۔" ②

① مسند احمد: ،رقم: ٦٥٢٢، فتح الباری (١٣/ ٢٦٧) فیض القدیر: ٥/ ٤١٢، ٤١٣

② صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوة والجمعة، حدیث: ٨٧٠

نبی ﷺ نے اسے برا خطیب اس وجہ سے کہا تھا کہ اس نے اللہ اور رسول کو ایک ضمیر میں برابر کر دیا تھا آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ اللہ کا نام پہلے بیان کر پھر اس پر رسول کو معطوف کر۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی اور وحدانیت کی وجہ سے اللہ اور رسول کو الگ الگ ذکر کرو۔ (نووی)

فائدہ= نبی ﷺ تو ایک ہی ضمیر میں اپنے آپ کو اللہ کے برابر ہونا بھی اچھا نہ سمجھیں اور ایسے خطیب کو برا کہیں اور ہم اللہ نبی کو ایک ہی انداز میں برابر قرار دیں اشتہارات میں، دوکانوں میں ایک طرف یا اللہ دوسری طرف یا محمد لکھ کر رسول اللہ ﷺ کو اللہ کے برابر قرار دیں بلکہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیں اور پھر محب رسول، عاشق رسول ﷺ بھی کہلائیں۔

ترتیب بھی بدلنے نہیں دی:

[عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ « بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسَةٍ عَلٰی اَنْ یُوَحَّدَ اللّٰهُ وَ اِقَامِ الصَّلَاةِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکَاةِ وَصِیَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ » فَقَالَ رَجُلٌ : اَلْحَجِّ وَصِیَامِ رَمَضَانَ ، قَالَ: لَا صِیَامِ رَمَضَانَ وَ الْحَجِّ هٰکَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ] [1]

”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اللہ تعالیٰ کی توحید، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے اور حج ادا کرنا۔“ ایک آدمی نے (بات دہرا کر) پوچھا: ”حج اور رمضان کے روزے؟“ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”(نہیں) رمضان کے روزے اور حج، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی ترتیب سے حدیث سنی تھی۔“

ایک لفظ بھی بدلنے نہیں دیا:

عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: [اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَكَ

[1] مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام، حدیث: ١٦

فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، ثُمَّ قُلْ: "اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ" فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَاَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ] قَالَ فَرَدَّدْتُّهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا بَلَغْتُ: اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، قُلْتُ: "وَرَسُوْلِكَ" قَالَ: [لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ] ①

"سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اے براء!) جب تو اپنے بستر پر آئے تو جیسے نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کر، پھر اپنی دائیں جانب لیٹ جا۔ پھر یہ کلمات پڑھ۔ [جس کا ترجمہ یہ ہے] "میں نے اپنے چہرے کو تیری طرف مطیع کر دیا' اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا' اپنی پشت تیرے سپرد کر دی' تیری طرف رغبت اور خوف کی بناء پر' پناہ اور نجات کا ٹھکانا تیرے سوا کہیں نہیں۔ اے اللہ! میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور اس نبی پر ایمان لایا جو تو نے (ہماری طرف) بھیجا۔" آپ نے فرمایا اگر تو اس رات فوت ہو جائے، تو تو فطرتِ (اسلام) پر ہوگا' اور تیری آخری کلام ان کلمات کے ساتھ ہو۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے وہ کلمات نبی ﷺ پر دہرائے' جب میں ان کلمات پر پہنچا کہ "اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی ہے" پھر میں نے کہا: "اور تیرے رسول پر" تو

① صحیح البخاری کتاب الوضوء: باب فضل من بات علی الوضوء رقم الحدیث: ۲۴۷'۵۹۵۲، ۵۹۵۴، ۵۹۵۶، ۷۰۵۰ و صحیح مسلم= کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ: باب ما یقول عندالنوم واخذ المضجع' رقم الحدیث: ۲۷۱۰۔

آپ نے کہا کہ نہیں (یوں کہہ) ''اور تیرے نبی پر' جس کو تو نے بھیجا۔''

کیا بدعتی وہ فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو حاصل نہ ہوئی:

سُئِلَ الْاِمَامُ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ : يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! مِنْ أَيْنَ أُحْرِمُ ؟ قَالَ : مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ حَيْثُ أُحْرَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ : إِنِّي أُرِيْدُ اَنْ أُحْرِمَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْ عِنْدِ الْقَبْرِ، قَالَ: لَا تَفْعَلْ وَ إِنِّي اَخْشٰى عَلَيْكَ الْفِتْنَةَ، فَقَالَ : وَ اَيُّ فِتْنَةٍ فِيْ هٰذَا ؟ إِنَّمَا هِيَ أُمْيَالٌ أُرِيْدُهَا، قَالَ: وَ أَيُّ فِتْنَةٍ اَعْظَمُ مِنْ اَنْ تَرٰى اَنَّكَ سَبَقْتَ فَضِيْلَةً قَصُرَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ؟ إِنِّيْ سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾(النور:٦٣)] [1]

''حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ''اے ابوعبداللہ! میں احرام کہاں سے باندھوں؟'' امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:'' ذوالحلیفہ سے، جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے باندھا۔'' اس آدمی نے کہا:''میں مسجد نبوی ﷺ میں روضہ رسول کے قریب سے باندھنا چاہتا ہوں۔'' امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:''ایسا مت کرنا، مجھے تمہارے فتنہ میں مبتلا ہونے کا ڈر ہے۔'' اس آدمی نے عرض کیا:''اس میں فتنے کی کون سے بات ہے کہ میں نے چند میل پہلے (احرام باندھنے) کا ارادہ کیا ہے۔'' امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:''اس سے بڑا فتنہ کیا ہوسکتا ہے کہ تم یہ سمجھو (کہ احرام باندھنے کے ثواب میں) نبی پر سبقت لے گئے ہو جس سے نبی اکرم ﷺ قاصر رہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا ہے:'' جو لوگ رسول

[1] الإعتصام

اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔"

اللہ کے علاوہ رب:

﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾(التوبة ۹/ ۳۱)

"انہوں (یہود ونصاری) نے اپنے علماء اور صوفیوں کو اللہ کے علاوہ رب بنا لیا تھا اور مسیح بن مریم کو بھی۔ جب کہ انہیں تو اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ (اس لئے) کہ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ان کے ہر شرک سے پاک ہے۔"

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ وَفِيْ عُنُقِيْ صَلِيْبٌ مِنْ ذَهَبٍ۔ فَقَالَ: [يَا عَدِيُّ ! اِطْرَحْ عَنْكَ هٰذَا الْوَثَنَ وَ سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِيْ سُوْرَةِ بَرَاءَ ةٍ:﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾(التوبة ۹/ ۳۱) قَالَ اَمَّا اِنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا اَحَلُّوْا لَهُمْ شَيْئًا اِسْتَحَلُّوْهُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوْهُ][1]

"سیدنا عدی بن حاتم فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میری گردن میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: اے عدی! یہ بت اپنی گردن سے اتار کر پھینک دے۔ نیز میں نے آپ سے سنا، آپ سورۂ براءت

[1] رواہ ترمذی۔ ابواب التفسیر: ن سورۃ التوبۃ۔ حدیث حسن۔ انظر صحیح الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۷۱

کی آیت تلاوت فرما رہے تھے: انہوں نے اپنے درویشوں اور صوفیوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا تھا۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: وہ ان کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ (رب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ) وہ جس کو حلال قرار دے دیتے اس کو حلال سمجھتے اور وہ (درویش اور صوفی) جس کو حرام کہہ دیتے اس کی حرام سمجھتے۔ (یہی ان کو رب بنانا تھا۔ جو بہت بڑا شرک ہے۔ تقلید شخصی ہو بہو یہی چیز ہے۔"

تہتر فرقے اور یہودیت کی مماثلت:

[عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذَالِكَ۔ وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً۔ قَالُوْا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ] [1]

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت پر وہی حالت آئے گی جو بنی اسرائیل کی حالت تھی۔ بالکل ایسے جیسے جوتے کا

[1] رواه الترمذی= کتاب الایمان: باب ما جاء فی افتراق هذه الامة؛ حدیث مرعاة المفاتیح الشیخ عبید اللّٰه المبارکفوری وقال: وقد ظهر بما ذکرنا من الکلام فی احادیث هؤلاء الصحابة ان بعضها صحیح، وبعضها حسن، وبعضها ضعیف، وتحصل منه ان حدیث افتراق الامة صحیح من غیر شك۔ انظر مرعاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح= کتاب الایمان: باب الاعتصام بالکتاب والسنة/ الفصل الثانی للّٰه۔ ورواه الطبرانی فی الاوسط (٥/ ٤٦٠، ٨/ ٤٠٩) بتحقیق الدکتور محمد الطحان، وفی الصغیر (١/ ٣٥٦) وفیه "مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِيْ

ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنواسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا تھا تو میری امت میں بھی ایسا (بد بخت) ہوگا جو یہ کام کرے گا۔ بے شک بنواسرائیل بہتر (۷۲) جماعتوں میں تقسیم ہو گئے، جب کہ میری امت تہتر (۷۳) جماعتوں میں تقسیم ہوگی، سب کے سب آگ میں جائیں گے، سوائے ایک کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ (ایک) کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا عمل میرے اور میرے صحابہ جیسا ہوگا۔''

عَنْ اَبِیْ عَامِرِ الْهَوْزَنِیِّ عَنْ مُعَاوِیَةَ اَنَّهٗ قَامَ فِیْنَا فَقَالَ: اَلَآ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فِیْنَا فَقَالَ: [اَلَآ اِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِفْتَرَقُوْا عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً وَاِنَّ هٰذَا الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ۔ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَ وَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَهِیَ الْجَمَاعَةُ.] زَادَ ابْنُ یَحْیٰی وَعَمْرٌو فِیْ حَدِیْثِهِمَا وَاَنَّهٗ سَیَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ تَجَارٰی بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَآءُ كَمَا یَتَجَارَی الْكَلْبُ لِصَاحِبِهٖ " وَقَالَ عَمْرٌو: الْكَلْبُ بِصَاحِبِهٖ لَا یَبْقٰی مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصَلٌ اِلَّا دَخَلَهٗ]. ①

''ابو عامر الھوزنی رحمہ اللہ سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: خبردار! بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: خبردار! بلاشبہ تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور بلا شبہ یہ ملت (امت محمدیہ) تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ بہتر (۷۲) تو جہنم کی آگ میں چلے جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ گروہ ''جماعت'' ہوگا...... ابن یحیٰ

① سنن ابو داود= كتاب السنة: باب شرح السنة، رقم:٤٥٩٧: حديث حسن۔ انظر سلسلة الاحاديث الصحيحة رقم الحديث: ٢٠٤ وصحيح ابی داؤد رقم الحديث: وصحيح الجامع الصغير: رقم الحديث: ٢٦٤١ ورواه احمدُ فِی الْمُسْنَد ایضاً

اور عمرو یہ الفاظ زیادہ روایت کرتے ہیں: میری امت میں ایسی قومیں نمودار ہونگی کہ جن میں خواہشات اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح ہڑک کی بیماری والے میں ہڑک سرایت کر جاتی ہے (حدیث میں [اَلْکَلْب] یہ کاف اور لام کے فتح کے ساتھ ہے، کتے کے کاٹنے سے جو بیماری پیدا ہوتی ہے اسے [کَلَبٌ] کہتے ہیں۔ اردو میں اسے ہڑک کہتے ہیں۔ ہڑک ایک خطرناک بیماری ہوتی ہے جس میں مریض پاگل سا ہوجاتا ہے، پانی پینا چھوڑ دیتا ہے اور بالآخر پیاسا مر جاتا ہے۔ یہ بیماری اس مریض کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے)۔ عمرو نے کہا: ہڑک کی بیماری والے کی کوئی رگ اور جوڑ نہیں بچتا مگر یہ بیماری ہر رگ اور جوڑ میں داخل ہوجاتی ہے۔''

ایک جانب متعین کرنا:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

«لَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ لِلشَّیْطَانِ شَیْئًا مِنْ صَلَاتِہٖ...... »[1]

''تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں خواہ مخواہ شیطان کا حصہ نہ بنائے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس پر ضروری ہے کہ (نماز کے بعد) صرف اپنی داہنی طرف سے گھومے گا کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر اپنی بائیں طرف سے گھومتے دیکھا تھا۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام کا مقتدیوں کی طرف رخ کرتے وقت صرف دائیں جانب سے پھرنا صحیح نہیں۔ یعنی صرف دائیں جانب کو متعین کر لے کہ اسی طرف سے پلٹنا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ دائیں جانب بابرکت ہے اور اسے پسند کیا گیا ہے تو میں دائیں جانب ہی سے پلٹوں اس کا اپنی طرف سے دائیں جانب کو متعین نہیں کیا۔ دونوں جانبوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پلٹتے تھے جب دائیں جانب کو خاص کرنا جائز نہیں تو پھر اس سے بڑے بڑے کام ایجاد کرنے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاذان باب الانفتال والانصراف عن الیمن والشمال: ۸۵۲

کیسے جائز ہو گئے غور کر، ہوش کر۔

ایک جنتی صحابی:

سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ اگر میں اس کو کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں تو ۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَّ تُقِيْمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَ تُؤْتِي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَ تَصُوْمُ رَمَضَانَ »

”تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور فرض نماز پڑھا کر اور فرض زکوٰۃ دیا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر۔“

اعرابی نے کہا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس سے زیادہ نہیں کروں گا پھر جب وہ چل دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا »

”جس شخص کو یہ بات اچھی معلوم ہو کہ وہ اہل جنت میں سے کسی شخص کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔“ (1)

صرف اکیلے جمعہ کا روزہ رکھنا ٹھیک نہیں ہے:

ام المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ان کے ہاں تشریف لے گئے اور وہ روزہ سے تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا تم کل روزہ رکھنا چاہتی ہو؟ تو انہوں نے پھر عرض کی کہ نہیں: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « فَاَفْطِرِيْ » (اگر نہیں) تو تم آج کا

---

(1) صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة: ١٣٩٧

روزہ بھی نہ رکھو۔ ①

جمعہ کے دن کو افضل ترین سمجھتے ہوئے کوئی اس دن روزہ رکھے یا اس کی رات قیام کرے شریعت اس کی بھی اجازت نہیں دیتی تو جہاں عبادتیں نئی طرز کی شروع کر لی جائیں شریعت انہیں کیسے قبول کرے گی؟ ایسا سوچنے والا بھی گناہ گار ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے زیادہ عبادت کی خواہش:

[عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ ﷺ یَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا : اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ وَ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَ مَا تَاَخَّرَ ؟ فَقَالَ اَحَدُهُمْ : اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا، وَ قَالَ الْاٰخَرُ: اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَّ لَا اُفْطِرُ، وَ قَالَ الْاٰخَرُ: اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا ، فَجَآءَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَیْهِمْ فَقَالَ: اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَ كَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَ اَتْقَاكُمْ لَهٗ، لٰكِنِّیْ اَصُوْمُ وَ اُفْطِرُ، وَ اُصَلِّیْ وَ اَرْقُدُ وَ اَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ] ②

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ تین شخص نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ (ان سے) نبی ﷺ کی عبادت کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب انھیں نبی ﷺ کی عبادت کے بارے میں آگاہ کیا گیا تو انھوں نے کسی حد تک آپ کی عبادت کو معمولی گردانا اور انھوں نے محسوس کیا کہ ہمیں نبی ﷺ کے ساتھ کیا نسبت

---

① صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعة......١٩٨٦

② بخاری کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح،:٥٠٦٣ و صحیح مسلم،

ہے؟ آپ کے تو اللہ نے پہلے پچھلے سب گناہ معاف کردیے ہیں؟ چنانچہ ان میں سے ایک نے عہد کیا، میں تو ہمیشہ رات بھر نوافل ادا کرتا رہوں گا۔ دوسرے نے عہد کیا، میں ہمیشہ دن بھر روزہ رکھوں گا کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے عہد کیا، میں عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ چنانچہ نبی ﷺ ان کے پاس آئے اور آپ نے ان سے دریافت کیا، تم نے اس اس طرح کی باتیں کی ہیں؟ خبردار اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور زیادہ پرہیزگار ہوں۔ اس کے باوجود میں روزہ رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، میں رات کو نوافل ادا کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس شخص نے میرے طریقے سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

اس حدیث کے پیش نظر امام مالک رحمہ اللہ نے درست کہا ہے:

[وَ اَیُّ فِتْنَةٍ فِیْ هٰذَا ؟ إِنَّمَا هِیَ أَمْیَالٌ أَزِیْدُهَا، قَالَ: وَ أَیُّ فِتْنَةٍ اَعْظَمُ مِنْ اَنْ تَرَی اَنَّكَ سَبَقْتَ فَضِیْلَةً قَصُرَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ؟ إِنِّیْ سَمِعْتُ اللّٰهَ یَقُوْلُ ﴿ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾(النور:٦٣)]

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس سے بڑا فتنہ کیا ہوسکتا ہے کہ تم یہ سمجھو (کہ احرام باندھنے کے ثواب میں) نبی پر سبقت لے گئے ہو جس سے نبی اکرم ﷺ قاصر رہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا ہے: '' جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔''

اونٹ نہیں دو بکریاں ہوں گی:

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ گھر میں کسی بی بی

نے کہہ دیا کہ اگر عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو ہم عقیقہ میں ایک اونٹ ذبح کریں گے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر فرمایا:

[لَا بَلِ السُّنَّةُ اَفْضَلُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافَتَانِ وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ] ①

''نہیں بلکہ سنت ہی افضل ہے وہ یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کافی ہے۔''

ختنے کے لیے مجلس:

سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو کسی ختنہ میں دعوت دی گئی تو انھوں نے وہاں جانے سے انکار کردیا۔ جب ان سے اس انکار کی وجہ دریافت کی گئی تو صاف الفاظ میں ارشاد فرمایا:

''ہم لوگ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ختنوں میں نہیں جایا کرتے تھے اور نہ ہی اس کے لیے ہمیں دعوت دی جاتی تھی۔'' ②

① مستدرك حاكم: ٤/ ٢٣٨

② مسند احمد: ٤/ ٢١٧

بدعت .... بدترین عمل

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ○ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ○﴾ (الکھف: ۱۸/ ۱۰۳، ۱۰۶)

"(میرے رسول ﷺ!) ان سے کہو! کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ (لوگ) ہیں کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری کوشش اور محنت ضائع ہوگئی اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ سب بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کی ملاقات کا یقین نہ کیا۔ اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے اور قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن نہیں کریں گے۔ ان کی جزا جہنم ہے، اس انکار کی وجہ سے جو انہوں نے کیا اور اس مذاق کی پاداش میں جو وہ میری آیات اور میرے رسولوں کے ساتھ کرتے رہے۔"

انسان سمجھتا ہے میں بہت اچھا عمل کر رہا ہوں وہ اپنے عمل کو بزعم خود خوبصورت سمجھتا، ... والا خیال کرتا، جنت میں جانے کا سبب سمجھتا، اس کام کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی ...عت کا یقین رکھتا ہے لیکن کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے کوئی بھی برہان، دلیل، ...ان، طریقہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کا عمل بارگاہ الٰہی میں مردود، بے کار، فرسودہ، بے

قیمت، بے معنی و بے فائدہ ہو کر رہ جاتا ہے، بلکہ الٹا اس کے لیے وبال بن جاتا ہے، موجب عذاب بن جاتا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا فرمان الٰہی سے واضح ہے۔

ثانیاً:...... ان آیات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جو شخص کتاب وسنت سے دلیل نہیں لیتا اپنی خواہش یا کسی بزرگ کی خواہش اور فرمان پر عمل کرتا ہے تو اس کا اللہ کی آیات اور اس سے ملاقات پر ایمان نہیں ہے۔

شیطان کا پسندیدہ عمل:

«قَالَ سُفْيَانَ الثَّوْرِيُّ رَحِمَهُ اللّٰه: اَلْبِدْعَةُ اَحَبُّ اِلٰى اِبْلِيْسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ الْمَعْصِيَةُ يُتَابُ مِنْهَا وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا»[1]

"سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "شیطان کو گناہ کے مقابلے میں بدعت زیادہ پسند ہے کیونکہ گناہ سے توبہ کی جاتی ہے جب کہ بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس قول کی وضاحت اس طرح کی ہے بدعتی جس عمل کو اختیار کرتا ہے اور جسے دین سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مشروع قرار نہیں دیا وہ اپنے عمل کو ہی خوبصورت سمجھتا ہے تو جب تک وہ اسے خوبصورت اور اچھا سمجھتا ہے تب تک اس سے توبہ نہیں کر سکتا کیونکہ توبہ کے لیے پہلی بات ہی یہ ہے کہ وہ اپنے عمل کو برا جانے تاکہ وہ اس سے توبہ کرنے پر آمادہ ہو۔[2]

فائدہ= بدعت چونکہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کی جاتی ہے اس لئے بدعتی اس سے توبہ کرنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچتا تا آنکہ اس کا بنیادی عقیدہ صحیح نہ ہو جائے۔

بدعات کا معاملہ گھمبیر اور ان کا قضیہ غیر معمولی ہے اس کے برے اثرات بہت وسیع ہیں یہ عام گناہوں اور نافرمانیوں سے زیادہ خطرناک ہیں اس لیے کہ عام گناہ کا مرتکب جان

[1] فتاوىٰ ابن تيمية: ۹/۱۰

[2] فتاوىٰ ابن تيمية: ۹/۱۰

ہے اور مانتا ہے کہ وہ حرام میں ملوث ہے کبھی نہ کبھی اسے چھوڑ دیتا ہے اور تائب ہو جاتا ہے جب کہ بدعت کا رسیا یہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے اس لیے مرتے دم تک اسی پر ڈٹا رہتا ہے جب کہ وہ اپنی خواہشات نفس کا پیرو ہوتا ہے اور راہ راست سے بھٹکا ہوا ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ﴾(الفاطر:۸)

"بھلا وہ شخص جس کو اس کے اعمال بد آراستہ کر کے دکھائے جائیں اور وہ ان کو نیکی سمجھنے لگے تو وہ (بھلا راہ راست پر کیسے آئے گا) بلاشبہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔"

نیز فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ ﴾ (محمد:۱٤)

"بھلا جو شخص اپنے رب کی طرف سے واضح ہدایت پر ہو وہ ان لوگوں کے مانند ہو سکتا ہے جن کو ان کے برے اعمال مزین کر کے دکھائے جائیں اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کریں۔"

نیز فرمایا:﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾(صٓ:۲٦)

"اور اپنی خواہش کے پیچھے نہ لگو کہ وہ تمھیں اللہ کے راستے سے ہٹا دے گی۔"

جس عمل کی دلیل اللہ کی طرف سے نہ ہو وہ عمل بظاہر کتنا اچھا ہو اور خوبصورت ہی کیوں نہ ہو وہ مردود ہے۔ جیسا کہ سورۃ الکھف کی آیت میں یہ بات بیان ہوئی ہے۔

نیز فرمایا:﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ﴾

"اور اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔" (القصص:۵۰)

آیات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ شیطان برے اعمال انسان کے سامنے خوبصورت کر کے پیش کرتا ہے، تو جب انسان اپنے اعمال کو اچھا سمجھے تو پھر وہ اس سے توبہ کیسے کر سکتا ہے؟ کیونکہ وہ اسے غلط اور برا سمجھتا ہی نہیں۔ امام سفیان ثوری کی بات اس حدیث سے صحیح ثابت ہوتی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[إِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حَتّٰى يَدَعَ بِدْعَتَهٗ]

"اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو اوجھل کر رکھا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعات کو چھوڑ دے۔" ①

بدعتیوں سے جہاد:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: [مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ اُمَّةٍ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ۔ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ حَبَّةُ خَرْدَلٍ] ②

---

① اس حدیث کو منذری نے ترغیب و ترہیب میں ترک سنت اور بدعات کے ارتکاب اور خواہشات کی پیروی پر وعید میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو: سلسلة الصحيحة للألباني: ١٦٢٠) (اس حدیث کو زبیر علی زئی نے حمید الطویل کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے) الجامع الصحیح میں البانی رحمہ اللہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: [إِنَّ اللّٰهَ احْتَجَرَ التَّوْبَةَ عَلٰى كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ] (صحيح الجامع، رقم: ١٦٩٩)

② صحيح مسلم= كتاب الايمان : باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان وان الايمان يزيد وينقص وانَّ الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر واجبان' الحديث: ٥٠

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے پہلے کسی امت میں بھی اللہ نے کوئی نبی بھیجا ہے تو اس کے کچھ حمائتی اور صحابہ ضرور ہوئے ہیں جو اس کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اپنے نبی کی پیروی کرتے تھے پھر ان کے بعد ایسے نالائق پیدا ہوئے وہ ایسی باتیں کہتے تھے جن پر عمل نہیں کرتے تھے اور جو وہ عمل کرتے تھے اس کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا پس جو کوئی ان سے اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہے، جو کوئی ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہے اور جو کوئی ان کو اپنے دل میں ہی برا محسوس کرے گا وہ بھی مومن ہے۔ اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔''

اس حدیث میں ایسے لوگوں کو انبیاء کرام کے حواری کہا گیا ہے جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑتے اور ان کے حکم کی پیروی کرتے، اور جو نبی کی سنت کو ترک کر دیں اور اپنے مزعومات اور خواہشات کو قابل اقتداء سمجھ بیٹھیں تو ایسے لوگوں سے جہاد ضروری ہو جاتا ہے تاکہ سنت زندہ رہے اور بدعت کا سر وہیں کچلا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیات کو چھوڑ کر خواہش پرستی کرنے والے کی مثال کتے سے بیان کی ہے:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ○ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ○﴾(الاعراف: ۱۷۵-۱۷۶)

''اور انہیں اس شخص کی خبر پڑھ کر سنائی جسے ہم نے اپنی آیات دیں تو وہ ان سے

صاف نکل گیا پھر شیطان نے اسے پیچھے لگا لیا تو وہ گمراہوں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس سے ان کے ذریعے بلند کر دیتے، مگر وہ زمین کی طرف چمٹ گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا، تو اس کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے ہانپتا ہے یا اسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے ہانپتا ہے یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، سو آپ یہ بیان سنا دیں تا کہ وہ غور وفکر کریں۔"

سیدھا رستہ اور شیطان کے رستے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا ثُمَّ قَالَ: هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَّمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَالَ: "هٰذِهِ سُبُلٌ" عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْ اِلَيْهِ وَقَرَءَ: ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾ [1]

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے ایک (سیدھا) خط کھینچا۔ پھر کہا "یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے" پھر اس خط کے دائیں بائیں دیگر خط بھی کھینچے اور کہا "یہ (گمراہی کے) راستے ہیں۔" ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی (طرف لوگوں کو) بلاتا ہے۔

[1] رواه الحاكم في المستدرك على الصحيحين (٢/٣١٨)۔ كتاب التفسير: شان نزول آية ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا...... ﴾ (النساء: ٤/٩٤) وفي شان نزول آية ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ...... ﴾ (البقرة= ٢/٢٢٠) وَقَالَ هذا حديث صحيح الاسناد ولم يُخرِجاهُ۔ انظر المستدرك على الصحيحين (٢/٣١٨) بتحقيق مصطفى عبد القادر عطاء وقال الالباني: اسناده حسن و صححه الحاكم وغيره۔ انظر مشكوة المصابيح بتحقيق الالباني رقم الحديث: ١٦٦۔ ورواه احمد والنسائي والدارمي ايضاً

پھر یہ آیت پڑھی: ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾(الانعام:٦/١٥٣)

مکمل آیت اس طرح ہے: ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

حوضِ کوثر سے محرومی:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا:

[اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ]

''اے قبر والے مومنو، تم پر سلام ہو اگر اللہ نے چاہا تو ہم تمھارے ساتھ ملنے والے ہیں۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ وَ اِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ]

''تم تو میرے ساتھی ہو ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو (مسلمان) لوگ ابھی تک (دنیا میں) نہیں آئے۔''

صحابہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: جو آپ کے امتی ابھی تک دنیا میں نہیں آئے آپ (قیامت کے دن) انھیں کیسے پہچانیں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر کسی شخص کے پانچ کلیان گھوڑے (یعنی جن کی چاروں ٹانگیں اور پیشانی چمکتی ہوں ایسے گھوڑے) ہوں اور وہ سیاہ گھوڑوں میں کھڑے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچان سکے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور پہچان لے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[فَاِنَّهُمْ يَأْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَ اَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ]

''میری امت کے لوگ وضو کی وجہ سے پانچ کلیان ہو کر آئیں گے اور میں حوض

کوثر پر ان کا منتظر ہوں گا۔"

(جب وہ آئیں گے تو حوض کوثر سے پانی پئیں گے تو)[اَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُزَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُ] لیکن کچھ لوگوں کو میرے حوض سے دور ہٹا لیا جائے گا جیسے بیگانہ اونٹ حوض سے بھگا دیا جاتا ہے تو میں انھیں آواز دوں گا تو مجھے کہا جائے گا۔"

« اِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ »

"انھوں نے تو آپ کے (دنیا سے چلے آنے کے) بعد (دین الٰہی کو) بگاڑ دیا تھا (یعنی شرک و بدعت کا شکار ہو گئے تھے)۔"

تب میں کہوں گا: « سُحُقًا سُحُقًا »

"(دین کو بدل ڈالنے والوں کو مجھ سے) دور لے جاؤ، دور لے جاؤ۔"

دیگر روایات میں مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ بخاری حدیث: ۶۵۸۵، میں [اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوا بَعْدَكَ] اور مسلم میں [إِنَّهُمْ ارْتَدُّوا عَلٰى اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰی] کے الفاظ ہیں۔ ①

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَالَ:﴿كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ (الانبیاء:١٠٤) ......اِلٰی آخر الْاٰیَة، ثُمَّ قَالَ اَلَا وَ إِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَام اَلَا وَ إِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِيْ فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ

① صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب اطالة الغرة، رقم: ٢٤٩.

الْعَبْدُ الصَّالِحُ﴿ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (المائدۃ:۱۱۷،۱۱۸) فَيُقَالُ إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ.]

''اے لوگو! تم اللہ کے پاس ننگے پیر، ننگے بدن اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے۔ پھر آیتِ مبارک تلاوت فرمائی: ''جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا ہم (اس کے ختم ہو جانے کے بعد) اسی عمل تخلیق کو دہرائیں گے یہ وعدہ پورا کرنا ہم نے لازم کر لیا ہے ہم (یہ اعادہ) ضرور کرنے والے ہیں۔'' (پھر فرمایا:) سنو! مخلوق میں سب سے پہلے ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا، سنو! بے شک میری اُمت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا، ان کو بائیں جانب سے پکڑ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے میرے رب! یہ میرے لوگ ہیں۔ کہا جائے گا: کیا آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا فتنے نکالے تھے؟ پس میں وہی کہوں گا جو اللہ کے ایک عبد صالح (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا: ''اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان (کے حالات) پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے، اگر تو انھیں عذاب دے تو وہ تیرے (ہی) بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی بڑا غالب حکمت والا ہے۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا جیسے ہی آپ ان سے جدا ہوئے یہ اُسی وقت مرتد ہو گئے تھے۔''[1]

اس حدیث میں کتنے واضح الفاظ میں ان لوگوں کے جرم کو بیان کیا گیا ہے [غَيَّرُوْا

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر، باب و کنت علیهم شهیداً، حدیث:۴۳۴۹

بَعْدَكَ]، [أُحْدَثُوا بَعْدَكَ]، [قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ] یعنی یہ لوگ دین کو بدلتے بھی رہے ہیں اور اس میں نو ایجاد چیزوں کو داخل بھی کرتے رہے ہیں [تغییر] اور [إحداث] یہ ان کا جرم تھا۔

اب جونسی چیزیں دین میں نہیں وہ سب اس جرم میں داخل ہوں گئیں یعنی بے دین چیزوں کو دین بنانا یا دین کو بے دین قرار دینا، یہ احداث، تغییر اور تبدیل کے زمرے میں آئے گا۔ ایسا نہیں کہ وہ پہلی صدی ہجری کی احداث میں منحصر ہیں، جو پہلی صدی ہجری میں ایجادات کرے وہ تو اس کی ضمن میں آئیں اور بعد میں جو مرضی کوئی ایجاد کرتا رہے۔ جتنی چاہے ایجادات پیدا کرے وہ اس جرم میں داخل نہیں ہوں گی۔ اس حدیث کو صرف پہلی صدی ہجری تک منحصر کرنا بذات خود ایک تغییر، تبدیل والا جرم ہے جس کا ارتکاب صرف وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں اِحداث و تغییر کا چور ہو۔"

آپ ملاحظہ فرمائیں کس طرح طاہر القادری اس حدیث کو چند امور تک مقید کر کے اپنی بدعات کی راہ ہموار کر رہا ہے چنانچہ لکھتا ہے۔:

"اس حدیث پاک کے آخری حصہ میں ہمارے موقف کی تائید میں کہ [احدثوا] سے مراد [ارتداد] ہے، اس پر صراحتاً دلیل آرہی ہے کہ [إِنّ هؤلاء لم يزالوا مرتدين على أعقابهم منذ فارقتهم] (جونہی آپ ﷺ ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑھیوں کے بل دین سے پھر گئے) پس ان [مُحْدِثِيْن] کو حضور ﷺ نے صراحتاً [مرتدين] کہا ہے لہٰذا یہ چاروں طبقات (۱۔ مدعیانِ نبوت، ۲۔ منکرین زکوٰۃ، ۳۔ مرتدین، ۴۔ خوارج) صحیحین کی روایات کے مطابق محدثات کے مرتکب تھے اور حدیث نے "احداث" کے معنی کو "ارتداد" کے ساتھ مختص کردیا ہے۔ یعنی [ما أحدثوا بعدك] کی وضاحت [مرتدين على أعقابهم] نے کردی ہے یعنی حدیث پاک نے اِحداث کے مرتکبین کو صراحتاً مرتدین کہا ہے۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ دین میں ایسا فتنہ پیدا کرنا جو باعثِ ارتداد ہو، بدعت و

ضلالت ہے لہٰذا بدعت سے مراد دین میں فقط ایسے فتنوں کا ایجاد کرنا ہے جو باعث ارتداد ہوں اور اسی بدعت کی مختلف شکلیں وہ ہیں جو حضور ﷺ کے زمانہ کے فوری بعد پیدا ہوئیں اور انہی کی مثل دیگر فتن بعد کے ادوار میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں جیسے فتنہ باطنیت، فتنہ قادیانیت اور فتنہ بہائیت وغیرہ۔" (قادری کی کتاب اقتباس ختم ہوا) (1)

جواب = یہ حدیث تو بتا رہی ہے کہ دین میں احداث اور تغییر کرنا باعث ارتداد ہے لیکن قادری صاحب کہہ رہے ہیں جو احداث باعث ارتداد ہو وہ صرف بدعت ہے یعنی بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ہم جو مرضی کریں ہم مرتد نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں کیونکہ ہم اہل سنت کہلواتے ہیں اب ہم جو مرضی کرتے رہیں ہم اس مد میں نہیں آسکتے جو مرتد ہوگا وہی صرف اس زمرے میں آئے گا۔ سبحان اللہ۔

سب سے زیادہ مغضوب:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ «اَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَ مُبْتَغٍ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ مُطَّلِبُ دَمِ امْرِیٍٔ بِغَيْرِ حَقٍ لِيُهْرِيْقَ دَمَهٗ » (2)

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" تین آدمی اللہ تعالیٰ کے ہاں مغضوب ہیں:

۱۔ حرم شریف کی حرمت پامال کرنے والا۔

۲۔ اسلام میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا

۳۔ کسی مسلمان کا ناحق خون طلب کرنے والا تا کہ اس کا خون بہائے۔"

---

(1) کتاب البدعة (بدعت کا صحیح تصور) از طاہر القادری، ص: ۷۴-۷۵

(2) صحيح البخاري، كتاب الديات، باب من طلب دم امرئ بغير حق، حديث: ٦٨٨٢

بدعتی کی حمایت پر اللہ کی لعنت:

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهٗ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوٰی مُحْدِثًا] (۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اس شخص پر جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے، جو زمین کے نشانات چوری کرے (یعنی اس کی حدیں تبدیل کرے)، جو اپنے والد پر لعنت کرے اور جو بدعتی کو پناہ دے۔''

بدعتی کو پناہ دینے والے پر لعنت ہے تو خود بدعتی پر کتنی لعنت ہو گی جس کی وجہ سے دوسرا بھی لعنتی بن رہا ہے۔

بدعت کا اِجراء لعنت کا باعث:

« عَنْ عَاصِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ لِاَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَدِیْنَةَ قَالَ نَعَمْ مَا بَیْنَ کَذَا وَ کَذَا لَا یُقْطَعُ شَجَرُهَا « مَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَثًا فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ » (۲)

''عاصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''کیا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں! فلاں جگہ سے لے کر فلاں تک کوئی درخت نہ کاٹا جائے، نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہاں کوئی بدعت رائج کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور سارے لوگوں کی لعنت ہے۔''

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب تحریم الذبح لغیرہ اللہ، حدیث:۱۹۷۸

(2) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب حرم المدینة، حدیث:۱۸۶۷

سنت سے محرومی:

«عَنْ حَسَّانِ بْنِ عَطِيَّةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِيْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا إِلَيْهِمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ » ①

''حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''جو لوگ دین میں کوئی بدعت اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے اسی قدر سنت اٹھا لیتا ہے اور پھر وہ سنت قیامت تک ان لوگوں میں نہیں لوٹاتا۔''

بدعت ایجاد کرنے والے کی گردن پر دوسروں کے بوجھ:

«عَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدَ اللّٰهِ عَمْرِو بْنِ عَوْفِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ « مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِيْ فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَ مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً فَعَمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيْهِ اَوْزَارُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ اَوْزَارِ مَنْ عَمِلَ بِهَا شَيْئًا » ②

''کثیر بن عبداللہ بن عمر بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے، میرے باپ سے میرے دادا نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس نے میری سنتوں میں سے کوئی ایک سنت زندہ کی اور لوگوں نے

① سنن الدارمی، المقدمہ، باب اتباع السنة، حدیث:۹۸

② ابن ماجه، کتاب المقدمة ، باب من أحياء سنة قد اميتيت،حديث:۲۰۹، شیخ البانی نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔

اس پر عمل کیا تو سنت زندہ کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس سنت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کو ملے گا جب کہ لوگوں کے اپنے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے کوئی بدعت جاری کی اور پھر اس پر لوگوں نے عمل کیا تو بدعت جاری کرنے والے پر ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس بدعت پر عمل کریں گے جب کہ بدعت پر عمل کرنے والے لوگوں کے اپنے گناہوں کی سزا سے کوئی چیز کم نہیں ہوگی۔ (یعنی وہ بھی پوری پوری سزا پائیں گے)"

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَالَ «مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَ مَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ آثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا » ①

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی دعوت دی اسے ہدایت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کے برابر ثواب ملے گا اور ہدایت پر عمل کرنے والوں کا اپنا اجر بھی کم نہیں ہوگا۔ اس طرح جس شخص نے لوگوں کو گمراہی کی طرف بلایا اس شخص پر ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس گمراہی پر عمل کریں گے جب کہ گناہ کرنے والوں کے اپنے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔"

رسول اکرم ﷺ کے بارے جھوٹ کا انجام:

دین سمجھ کر کوئی کام کیا جائے اور وہ حقیقت میں دین نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے رسول اللہ ﷺ پر بھی بہتان ہے کیونکہ دین اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے پیغامات کا نام

① صحیح مسلم ، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة،حدیث: ٢٦٧٤

ہے۔اور یہ اپنے عمل اور قول کو دین کہہ رہا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ [مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ] ①

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' جس نے جان بوجھ کر جھوٹ میری جانب منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔''

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ [لَا تَكْذِبُوْا عَلَیَّ فَإِنَّهٗ مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ] ②

''علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' جس نے میری جانب جھوٹی بات منسوب کی وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

عَنْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ [مَنْ يَقُلْ عَلَیَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ] ③

''سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:
''جو شخص میری طرف ایسی بات منسوب کرے، جو میں نے نہیں کہی، وہ اپنی جگہ جہنم میں بنا لے۔''

فائدہ= امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حدیث[مَنْ أَحْدَثَ فِیْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ] پر یہ باب منعقد کیا ہے:[بَابُ تَعْظِيْمِ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالتَّغْلِيْظِ عَلٰى مَنْ عَارَضَهٗ] اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دین میں بدعت جاری کرتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ پر بہتان لگاتا ہے اور آپ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرتا ہے۔

① صحیح مسلم، کتاب مقدمة باب تغليظ الكذب على رسول الله، حديث:٣
② كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبى حديث:١٠٦
③ صحيح البخارى، كتاب العلم، باب اثم من كذب على النبى، حديث:١٠٩

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [یَكُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ یَأْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَ لَا آبَاؤُكُمْ فَإِیَّاكُمْ وَإِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَكُمْ وَ لَا یَفْتِنُوْنَكُمْ] ①

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آخری زمانے میں دجال اور کذاب لوگ ایسی حدیثیں تمہارے پاس لائیں گے، جو تم نے اور تمہارے اسلاف نے کبھی نہ سنی ہوں گی، لہٰذا ان سے بچ کر رہو کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں یا فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔''

یعنی وہ احادیث رسول اللہ ﷺ نے بیان نہیں فرمائیں بلکہ اب کسی نے ایجاد کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیں ہیں یا انہیں دین بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔

بدعت اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ [مَنْ أَحْدَثَ فِیْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ] ②

''صدیقہ کائنات سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی ایسا کام کیا جو دین میں نہیں ہے، وہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے۔''

بدعتیوں کو مسجد سے نکال دیا:

[عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ قَوْمًا اجْتَمَعُوْا فِیْ

---

① مسلم، کتاب مقدمة باب النهی عن الروایة عن الضعفاء حدیث: ٧

② صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة، رقم: ١٧١٨، سنن ابن ماجه، المقدمة، باب تعظیم حدیث رسول الله، رقم: ١٤، مسند احمد بن حنبل، رقم: ٢٦٣٧٢، صحیح ابن حبان، رقم: ٢٦، سنن دارقطنی، ٤: ٢٢٤، رقم: ٧٨.

مَسْجِدٍ يُهَلِّلُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ جَهْرًا فَقَامَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا عَهِدْنَا ذٰلِكَ فِيْ عَهْدِهٖ وَ مَا أُرَاكُمْ اِلَّا مُبْتَدِعِيْنَ وَ مَا زَالَ يَذْكُرُ ذٰلِكَ حَتّٰى أَخْرَجَهُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ] ①

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ کچھ لوگ مسجد میں مل کر اونچی آواز سے ذکر اور درود شریف پڑھ رہے ہیں آپ ان کے پاس آئے اور فرمایا: ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کسی کو اس طرح ذکر کرتے یا درود پڑھتے نہیں دیکھا، لہٰذا میں تمہیں بدعتی سمجھتا ہوں۔'' یہی الفاظ دہراتے رہے حتی کہ انہیں مسجد سے نکال باہر کیا۔''

بدعتیوں کے سلام کا جواب نہیں دیا:

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا يَقْرَءُ عَلَيْكَ السَّلَامَ۔ فَقَالَ: اِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ قَدْ اَحْدَثَ فَاِنْ كَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ۔ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: [يَكُوْنُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ اَوْ مَسْخٌ اَوْ قَذْفٌ فِيْ اَهْلِ الْقَدَرِ] ②

''نافع سے مروی ہے کہ ایک آدمی عبداللہ بن عمر کے پاس آیا اور کہنے لگا: فلاں آدمی آپ کو سلام کہتا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس آدمی نے بدعت ایجاد کی ہے۔ لہٰذا اگر اس نے واقعی بدعت ایجاد کی ہے تو میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: میری

① رواہ ابو نعیم

② جامع الترمذی ابواب القدر: باب ماجاء فی الرص بالقضاء، رقم الحدیث: ۱۷۴۸، صحیح ابن ماجه رقم الحدیث: ۳۲۶۱، صحیح ابی داؤد رقم الحدیث: ۳۸۵۷، المشکوۃ بتحقیق الالبانی الحدیث: ۱۰۶، ۱۱۶، ورواہ احمد فی المسند

امت میں زمین میں دھنسنا، شکلوں کا تبدیل ہونا اور پتھروں کا برسنا ہوگا۔ مگر یہ ان لوگوں پر ہوگا جو تقدیر کے منکر ہیں۔ (لہٰذا میرا اس کو سلام نہ کہنا)

تمام بدعات گمراہی ہیں کوئی بدعت حسنہ نہیں ہوتی:

بدعت حسنہ اور بدعت سیہ کی تقسیم خلاف سنت ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهُدٰى هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَ شَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ] ①

''جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حمد و ثنا کے بعد (یاد رکھنا) بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور بد ترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت (نئی ایجاد شدہ چیز) گمراہی ہے۔''

سنن نسائی کے الفاظ یہ ہیں: [إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ أَحْسَنَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ] ②

فائدہ: آپ ﷺ اپنے ہر خطبے میں یہ بیان کرتے، اس میں بہترین، احسن ترین ا[مور] کی بھی آپ ﷺ نے خبر دے دی اور بدترین اعمال کی بھی خبر دے دی۔ بہترین اعما[ل] آپ ﷺ نے بتائے۔ [خير الحديث كتاب الله و خير الهدى هَدْىُ محمد] اور اس کے مقابلے میں آپ نے بدترین اعمال بتائے [و شرُّ الأُمور محدثاتها [و] كُلُّ محدثَةٍ بدعة] اب بات بالکل واضح ہو چکی ہے بہترین امور کتاب اللہ اور سن[ت]

① صحيح مسلم، باب تخفيف الصلاة و الخطبة، رقم: ٨٦٧.

② سنن نسائی كتاب صلاة العيدين، باب كيف الخطبة، رقم: ١٥٤

رسول ہیں اور بدترین امور وہ ہیں جو ان کے مقابلے میں خود ساختہ نئے ایجاد کیے جائیں۔
آپ ﷺ کے اس فرمان میں ہمارے سامنے دونوں رستے واضح ہو چکے ہیں: (۱) بہترین رستہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے۔ (۲) بدترین رستہ وہ ہے جو ان کے علاوہ ہے، اور وہ مُحْدَث ہے۔ بدعت ہے۔ ضلالت ہے جس کا انجام جہنم ہے۔

ابن ماجہ میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّمَا هُمَا اثْنَتَانِ الْكَلَامُ وَالْهَدْيُ فَأَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَ أَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ محمدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ]

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ «وَ إِيَّاكُمْ وَالْأُمُوْرَ الْمُحْدَثَاتِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ » ①

”عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:“ دین میں نئی چیزوں سے بچو، اس لئے کہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔“

«قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ إِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً » ②

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:“ تمام بدعتیں گمراہی ہیں، خواہ بظاہر لوگوں کو اچھی لگیں۔“

فائدہ= ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ تمام بدعات گمراہی ہیں ان میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان عام ہے۔

” كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ “ ”ہر بدعت گمراہی ہے۔“ ③

---

① سنن ابن ماجة، مقدمة، رقم:٤٢، شیخ البانی نے صحیح کہا ہے۔

② السنة للمروزی، ص:٦٨، رواية:٦٧

③ یہ الفاظ سنن ابی داود، كتاب السنة، باب فی لزوم السنة ،حديث:٤٦٠٧ میں بھی موجود ہیں۔

آپ ﷺ کا: " کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" کہنا بدعت کی ہر قسم کو شامل ہے یعنی یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو بالکل عام ہے اور اس سے ہر قسم کی بدعت مراد ہے۔ وہ ذات جس نے اس کلیہ کو اپنی زبان سے ادا کیا ہے وہ اس لفظ کے معنی ومفہوم کو اچھی طرح جانتے تھے، وہ مخلوق میں سب سے زیادہ فصیح تھے اور مخلوق کے لیے مخلوق سے بڑھ کر خیر خواہ تھے۔ آپ ﷺ جو بھی کہتے تھے اس کا واضح مطلب آپ کے سامنے ہوتا تھا۔ آپ ﷺ جانتے تھے جو آپ کہہ رہے ہیں اور کہی گئی بات کا معنی بھی جانتے تھے اور آپ ﷺ کا یہ قول امت کی خیر خواہی کے لیے صادر ہوا ہے۔

جب ان تین امور [① خیر خواہی وارادہ کے کمال، ② بیان وفصاحت کے کمال، ③ علم ومعرفت کے کمال] میں کلام مکمل ہوا تو اس بات سے یہ رہنمائی ملی کہ کلام کے ساتھ مراد وہی ہوتی ہے جس پر معنی دلالت کرتا ہے کیا اس قول کے بعد ہم بدعت کی تین قسمیں یا پانچ قسمیں کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں اور نہ ہی ایسا کرنا درست ۔

اور آپ ﷺ کے فرمان: [کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ] کا عموم واضح کر رہا ہے کہ جو شخص کہتا ہے یا سمجھتا ہے کہ اسلام میں کوئی بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے تو اس کا یہ قول اور زعم باطل ہے۔ مزید برآں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا موقف ان سے مروی اثر میں ہے۔ [کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ و إن رآها الناس حسنة] ہر بدعت گمراہی ہے خواہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔"[1]

خوبصورت پاخانہ:

بدعت کو حسنہ کہنا اسی طرح ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ پاخانہ خوبصورت ہے یا خوبصورت گندگی، جس طرح پاخانہ خوبصورت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بدعت بھی خوبصورت نہیں ہو سکتی کیونکہ جو چیز ہے ہی بری، وہ حسنہ کس طرح ہو سکتی ہے؟ بدعت، ضلالۃ ہے، کیا ضلالۃ اچھی ہو سکتی کیا کبھی کسی نے کفر کی بھی اس طرح تقسیم کی ہے۔ ① کفر حسن ② کفر سئي؟ جب کفر کی تقسیم اس طرح کسی نے نہیں کی تو پھر بدعت کی تقسیم کیوں کرتے ہو۔

---

[1] السنة للمروزی:٦٨،روایة:٦٧

بدعت حسنہ:

دین میں جو بات بھی نکالی جاتی ہے وہ اچھی سمجھ کر ہی نکالی جاتی ہے، بری بات تو پہلے ہی بری ہوتی ہے۔

بدعت حسنہ ہی درحقیقت بدعت ہے۔ دھوکے باز نے جب دھوکہ دینا یا ملاوٹ کرنے والے نے جب ملاوٹ کرنی ہے اس نے اصل چیز سے ملتی جلتی چیز کی ہی ملاوٹ کرنی ہے دین میں ملاوٹ کرنے والے نے کسی رسم کو ایجاد کر کے اسے حسنہ ہی کہنا ہے اس کو وہ سیئہ تو نہیں کہہ سکتا۔

آدمی اپنے عمل کو اپنی سوچ کے مطابق اچھا ہی سمجھتا ہے لیکن وہ عمل کتاب وسنت کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝﴾ (الكهف: ۱۸/ ۱۰۳، ۱۰۶)

"(میرے رسول ﷺ!) ان سے کہو! کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ (لوگ) ہیں کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری کوشش اور محنت ضائع ہوگئی اور وہ خیال کرتے رہے کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کی ملاقات کا یقین نہ کیا۔ اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے اور قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن نہیں کریں گے۔ ان کی جزا جہنم ہے، اس انکار کی وجہ سے جو انہوں نے کیا اور اس مذاق کی پاداش میں جو وہ

میری آیات اور میرے رسولوں کے ساتھ کرتے رہے۔"

اس آیت میں انہی لوگوں کے اعمال اکارت ہونے کا ذکر ہے جو اپنے عمل کو اچھا سمجھتے تھے ﴿يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ تو پھر بدعت حسنہ قابل قبول کیسے ہوسکتی ہے۔

اعتراض نمبر: ① رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مَنْ بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ] ①

"جس نے اسلام میں کوئی اچھا نمونہ قائم کیا تو اسے اپنے اس عمل کا ثواب ملے گا اور اس کے بعد اس پر تمام عمل کرنے والوں کا بھی، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں کوئی کمی واقع ہو، اور جس نے اسلام میں برا نمونہ قائم کیا تو اس کے سر اس کا بوجھ ہوگا اور اس کے بعد عمل کرنے والوں کا بھی، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے بوجھ میں کوئی کمی واقع ہو۔"

بدعت کا کو خوبصورت لبادہ اوڑھ کر اس کا ارتکاب کرنے والے حضرات اس حدیث کو اپنے موقف میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہاں [سُنَّةً حَسَنَةً] سے مراد بدعت حسنہ ہے۔

جواب: جس ذات نے [مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً] کہا ہے اس ذات ﷺ نے [كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ] کہا ہے۔ اگر [سُنَّةً حَسَنَةً] سے بدعت حسنہ مراد ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے دو متضاد باتیں کہیں ہیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ صادق المصدوق ﷺ سے ایسا قول صادر ہو جو انھیں کے دوسرے قول کی تکذیب کرتا ہو اور یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام کبھی بھی آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا

① مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ، حدیث: ۱۰۱۷

جائے۔ اور نہ کبھی یہ ممکن ہے کہ تضاد کے باوجود ایک ہی معنی پر آپ ﷺ کا دوسرا قول آئے۔ اور جس نے ایسا گمان کیا ہے کہ اللہ کا کلام اور اس کے رسول ﷺ کا کلام آپس میں ٹکراتے ہیں وہ دوبارہ سوچے (اس نے کیا کہا ہے؟) سو یہ گمان اس کی ناقص سوچ کا نتیجہ ہے یا اس کی کوتاہی ہے اور یہ کبھی بھی ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام اور آپ کے رسول ﷺ کے کلام میں ٹکراؤ پایا جائے۔ آپ ﷺ نے [سُنَّةً حَسَنَةً] کہا ہے [بِدْعَةً حَسَنَةً] نہیں کہا۔ اس کے باوجود لوگ اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے ان الفاظ کو بدعۃ حسنۃ کا جامہ پہنانے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں۔

آپ ﷺ نے "سُنَّةٌ حَسَنَةٌ" کہا ہے، "بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ" نہیں کہا:

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اسلام میں بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے، ہرگز روا نہیں، اس لیے کہ اس سے مراد ثابت شدہ نیک اعمال کی طرف سبقت کرنا ہے (نہ کہ بدعت جاری کرنا) اور آپ نے "بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ" نہیں کہا بلکہ سُنَّةٌ حَسَنَة کہا ہے، جس کا مطلب ہے، ثابت شدہ نیک اعمال کے حصول کی طرف کوئی رستہ اختیار کرنا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ صبح شام کے اذکار جو آپ ﷺ سے ثابت ہیں وہ احادیث کی مختلف کتابوں میں موجود ہیں لیکن عام آدمی کی ان تک رسائی نہیں، تو کوئی آدمی اگر ان ثابت شدہ اذکار کو ایک کارڈ پر چھپواتا ہے تاکہ لوگ مسنون اذکار اپنی جیب میں یا گاڑی وغیرہ میں رکھ لیں اور بآسانی انھیں پڑھ سکیں تو ایسے شخص کا یہ عمل سنۃ حسنہ ہوگا، اور اس کے برعکس کوئی آدمی اپنی طرف سے اذکار یا درود ایجاد کرے جن کا ثبوت کتاب وسنت میں کہیں نہیں جیسا کہ آج کل درود تاج کے نام سے کئی قسم کے درود والے کتابچے لوگوں نے ایجاد کیے ہیں تو ایسے لوگوں کا یہ عمل [سُنَّةً سَيِّئَة] ہوگا۔ اعاذنا اللہ منہ۔ تو [سُنَّةً حَسَنَةً] سے مراد دین اسلام جو رسول اللہ بتا کر گئے ہیں اس پر عمل کرنے کا کوئی رستہ مراد ہے۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں مذکور فرمان نبوی سے پہلے اس کا سبب بتایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ

ہے کہ قبیلہ مضر کے کچھ لوگ مدینہ آئے ان پر فقر و فاقہ کے آثار ظاہر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کی ترغیب دلائی تو انصار میں سے ایک شخص ایک تھیلی لے کر آیا جسے اٹھانے سے اس کا ہاتھ عاجز آ رہا تھا۔ اس کے بعد لوگ پے در پے صدقات لے کر آئے تو اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً" صدقہ و خیرات کرنا اسلام میں ثابت ہے اس کے لیے ترغیب دلانی اور رغبت کا کوئی انداز اور طریقہ اختیار کرنا جس سے اسلام میں ثابت شدہ صدقہ و خیرات لوگ دینا شروع کر دیں تو ایسے طریقے کو اسلام نے پسند کیا ہے نہ کہ کوئی نئی بدعت ایجاد کر کے اسے اسلام میں داخل کرنا۔

ایک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

[عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَن دَعَا إِلَى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ يَتَّبِعُهُ، لَا يُنْقِصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَ مَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ يَتَّبِعُهُ لَا يُنْقِصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا] ①

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے اس راستے پر چلنے والوں کی مثل ثواب ہے اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا اور جس نے گناہ کی دعوت دی اس کے لیے بھی اتنا گناہ ہے جتنا اس بدعملی کا مرتکب ہونے والوں پر ہے اور ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔"

سنت متعارف کرانا:

اسی طرح ایسے علاقے میں جہاں نبی اکرم ﷺ کی کوئی ثابت شدہ سنت معروف نہ رہی ہو تو اسے وہاں زندہ کرنا بھی اس کے مفہوم میں شامل ہوگا لیکن اس سے یہ معنی مراد لینا کہ

---

① صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً، رقم: ٢٦٧٤

دین میں نو ایجاد امور کو شامل کر دیا جائے تو یہ ہرگز روا نہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

[مَنْ اَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ] (1)

''جس نے ہمارے اس دین میں نیا کام ایجاد کیا جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔''

شریعت مکمل ہے۔ بدعات اور نو ایجاد کاموں کی محتاج نہیں اور بدعات ایجاد کرنا درحقیقت شریعت پر نامکمل اور ناقص ہونے کا الزام لگانے کے مترادف ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔[كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ إِنْ رَاٰهَا النَّاسَ حَسَنَةً] (2)

''ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔''

اور امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول بھی کہ جس نے اس میں کوئی بدعت نکالی اور اسے اچھا سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ سیدنا محمد ﷺ نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔''

تو جو کام اس روز دین نہیں تھا آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔

ایسے لوگوں پر بڑی حیرت ہے جو نبی ﷺ کو غیب دان بھی مانتے ہیں اور ایسے کام بھی کرتے ہیں، جن کا حکم رسول اللہ ﷺ نے نہیں دیا۔ جو لوگ آپ ﷺ کو غیب دان بھی نہیں مانتے اور اپنی مرضی سے کوئی نیا کام بھی نہیں کرتے یقیناً ایسے لوگ ہی سچے ہیں اور کمال ایمان رکھنے والے ہیں۔[اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ]

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ:

اعتراض نمبر (2) عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ:

[خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ

---

(1) صحیح بخاری، ۲۶۹۷، و صحیح مسلم:۱۷۱۸

(2) السنة للمروزی:۸۲

إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَ يُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّيْ أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ وَالَّتِيْ يَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ يَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ أَوَّلَهُ] [1]

''میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ کے ساتھ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو اچھا ہوگا۔ پس آپ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے سب کو جمع کر دیا۔ پھر میں دوسری رات کو ان کیساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اچھی بدعت ہے اور رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں وہ افضل ہے اس حصہ سے جس میں وہ قیام کرتے ہیں مراد رات کا آخری حصہ تھا جب کہ لوگ پہلے حصے میں قیام کرتے تھے۔''

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے طاہر القادری لکھتا ہے:

''باجماعت نمازِ تراویح کا اہتمام سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک اجتہادی کارنامہ تھا۔ آپ نے [نعم البدعة هذه] فرما کر یہ واضح کر دیا کہ اگرچہ یہ ایک ''نیا کام'' ہے مگر یہ نیا کام ناجائز اور ممنوع نہیں ہوتا بلکہ بے شمار نئے اُمور حسنہ بھی ہوتی ہیں۔ [نعم البدعة] فرمانے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدعت حسنہ اور سیئہ

[1] صحیح البخاری، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، رقم:۲۰۱۰، صحیح ابن خزیمة، رقم:۱۱۰۰، مؤطا مالك، رقم:۲۵۲

کی تقسیم مبنی بر حدیث ہے ، یہ محض قیاسی تقسیم نہیں۔ مختصراً یہ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح کے باجماعت اہتمام کو ''بدعۃ'' بھی کہا اور [نعمة] یعنی [حسنة] بھی کہا۔ وجہ یہی تھی کہ یہ کام اپنی ظاہری حالت اور ہیئت کے حوالے سے تو نیا تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوام کے ساتھ اختیار نہیں فرمایا تھا اس لیے اسے [بدعة] کہا مگر باعث خیر اور مبنی بر مصلحت تھا اس لیے اسے [نعمة] یعنی [حسنة] قرار دے دیا۔''

جواب: لوگوں میں سے کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے ساتھ کسی دوسرے کے کلام سے مقابلہ کرے، نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کلام کے ساتھ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل شخص ہیں ، اور نہ ہی عمر رضی اللہ عنہ کے کلام کے ساتھ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں دوسرے افضل شخص ہیں، اور نہ ہی عثمان رضی اللہ عنہ کے کلام کے ساتھ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں تیسرے افضل شخص ہیں اور نہ ہی علی رضی اللہ عنہ کے کلام کے ساتھ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں چوتھے افضل شخص ہیں، اور نہ کسی اور کے کلام کے ساتھ، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴾ (سورة التوبة:٦٣)

''وہ لوگ ڈریں جو آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انھیں کوئی آزمائش پہنچے یا انھیں دردناک عذاب پہنچے۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: '' کیا تو جانتا ہے کہ فتنہ کیا ہے؟ فتنہ شرک ہے، عذاب اس صورت میں پہنچ سکتا ہے جب کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات رد کرے اور اس کے دل میں تھوڑی سی کج روی پیدا ہو جائے سو وہ ہلاک ہو جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، قریب ہے تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو، میں کہتا ہوں

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم کہتے ہو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ کے کلام اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کی تعظیم کرنے میں لوگوں میں سب سے زیادہ سخت تھے۔

کیا یہ وہی بدعت ہے جس کی مذمت حدیث میں کی گئی ہے:

جو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بدعت کی دلیل پکڑتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں وہ کس چیز کو بدعت کہتے ہیں کیا عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح کو بدعت کہا ہے؟ یا نمازِ تراویح کی جماعت کو بدعت کہا ہے؟ اور کیا یہ وہی بدعت ہے جس کی مذمت نبی ﷺ نے فرمائی ہے؟۔

جواب: عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو جو بدعت کہا ہے یہ ہرگز وہ بدعت نہیں جس کی مذمت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ کیونکہ نماز تراویح بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور اس کی نماز باجماعت بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ مندرجہ ذیل دو احادیث ملاحظہ فرمائیں:

[عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيرٍ، فَصَلّٰى فِيهَا لَيَالِيَ، حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَيْهِ نَاسٌ، ثُمَّ فَقَدُوا صَوْتَهُ لَيْلَةً وَ ظَنُّوا أَنَّهُ قَدْ نَامَ، فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: [مَا زَالَ بِكُمُ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنِيعِكُمْ، حَتّٰى خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ، وَ لَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ۔ فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ] ①

"زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مسجد میں چٹائی کا حجرہ بنایا۔ آپ ﷺ نے اس میں چند راتیں قیام (رمضان) فرمایا

① صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من كثرة السوال، رقم: ٧٢٩٠، مسلم: ٧٨١۔

یہاں تک کہ کثرت کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی اقتداء میں شریک ہوئے بعد ازاں انھوں نے ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو نہ پایا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں ہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھانسنا شروع کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلیں (اور تراویح کی جماعت کرائیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہاری کیفیت اور حالات سے مجھے آگاہی ہے یہاں تک کہ میں نے خطرہ محسوس کیا کہ تم پر قیام رمضان فرض ہو جائے گا، اگر فرض ہو گیا تو تم اس کی طاقت نہ پاؤ گے۔ لوگو! پس تم گھروں میں نماز پڑھا کرو، اس لیے کہ ہر انسان کی وہ نماز افضل ہے جو وہ گھر میں ادا کرے سوائے فرض نماز کے۔''

[عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ: صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِّنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ مِنَ الشَّهْرِ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا ، حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ۔ فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ؟ فَقَالَ : [إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ] فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ، جَمَعَ أَهْلَهُ وَ نِسَآءَهُ وَالنَّاسَ ، فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا أَنْ يَفُوْتَنَا الْفَلَاحُ۔ قُلْتُ: وَ مَا الْفَلَاحُ؟ قَالَ: السَّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ.[1]

''ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں روزے رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان میں ہمارے ساتھ قیام نہ کیا۔ جب سات راتیں باقی رہ گئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ قیام کیا

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ ، باب فی قیام شهر رمضان، رقم: ۱۳۷۵

یہاں تک کہ رات کا تیسرا حصہ چلا گیا جب چھٹی رات تھی، تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہ کیا۔ جب پانچویں رات تھی تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ آدھی رات چلی گئی۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول (ﷺ) کاش! آپ ہمارے ساتھ باقی رات بھی قیام کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک ایک شخص جب امام کے ساتھ فرض نماز ادا کرتا ہے یہاں تک کہ امام (نماز سے) فارغ ہوتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں رات کے قیام کا ثواب ثبت ہو جاتا ہے۔ جب چوتھی رات ہوئی تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہ کیا یہاں تک کہ تین راتیں رہ گئیں۔ جب تیسری رات ہوئی تو آپ نے اہل وعیال، عورتوں اور سب لوگوں کو جمع کیا۔ آپ نے ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ ہمیں خطرہ محسوس ہوا کہ ہم سے فلاح فوت ہو جائے گی (داؤد بن ابی ہند کہتے ہیں) تو میں نے دریافت کیا فلاح کیا ہے؟ (ولید بن عبد الرحمٰن) نے فرمایا: سحری کا کھانا۔ پھر باقی مہینہ آپ ﷺ نے قیام نہ کیا۔"

جب نماز تراویح رسول اللہ ﷺ ثابت ہے اور اس کی جماعت بھی ثابت ہے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی فرضیت کا خدشہ بھی زائل ہو گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان میں قیامت تک اس نماز کو مشروع قرار دے دیا ہے صحیح مسلم والی حدیث کو پھر پڑھو، اور آپ ﷺ کے فرمان کو سینے سے لگاؤ [إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ] تو پھر اب یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقرر نہ کرتے تو نماز تراویح نہ پڑھی جاتی اور یہ بدعت حسنہ ہے۔

طاہر القادری نے "کتاب البدعۃ" (ص: ۱۸۰) پر لکھا ہے:

"اس روایت میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود [نعمة البدعة هذه] فرما کر بدعت کی تقسیم فرما دی اور یہ ثابت کر دیا کہ ہر بدعت، بدعت سیئہ نہیں ہوتی بلکہ

بے شمار بدعات حسنہ بھی ہوتی ہیں وگرنہ آج تک امت مسلمہ کے جو افراد رمضان المبارک کی بابرکت راتوں میں مساجد میں نماز تراویح کی صورت میں اکٹھے ہوکر قرآن سنتے ہیں یہ بھی ناجائز ہوتا مگر ہمیشہ یہ امر مستحسن رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بدعت حسنہ اور سیئہ کی تقسیم مبنی بر حدیث ہے یہ محض قیاسی تقسیم نہیں بلکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول پر قائم ہے۔" (قادری صاحب کی کتاب کا اقتباس ختم ہوا)

یہ قادری صاحب کی یا تو کم علمی ہے کہ انھیں اس بات کا پتہ ہی نہیں کہ نمازِ تراویح تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس کی جماعت بھی ثابت ہے یا پھر یہ قادری صاحب کا جماعتی تعصب ہے جو انھیں حق بات تسلیم نہیں کرنے دے رہا۔ قادری صاحب کی کتاب کے صفحہ نمبر (۲۷۰) کی عبارت سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ انہیں اس بات کا علم ہے کہ نمازِ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے، یہ بدعت نہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے تو صرف ایک متروک عمل کو دوبارہ شروع کروایا ہے قادری صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"باجماعت نمازِ تراویح کا پس منظر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتوں کے سوا یہ نماز باجماعت نہیں پڑھائی۔ اس کے بعد عہد صدیقی کے اڑھائی سالہ دورِ خلافت میں بھی صحابہ کا یہی معمول رہا۔ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو آپ نے اس خیال سے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کہیں لوگ نمازِ تراویح پڑھنا ترک ہی نہ کردیں، سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جو حافظ قرآن تھے باجماعت نمازِ تراویح کے لیے مجتمع کیا۔"

چیلنج:

جب یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے پھر یہ بدعت کیسے؟ میں چیلنج کرتا ہوں: کوئی آدمی مجھے عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو بدعت ثابت کرکے دکھائے؟ یعنی یہ کہے کہ نہ نماز تراویح رسول اللہ سے ثابت ہے نہ اس کی جماعت ثابت ہے بلکہ یہ عمل ازسرِنو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا

ایجادہ کردہ ہے تو پھر دیکھئے ایسے شخص پر کیا گزرے گی۔

پھر بدعت کے دلدادہ اس روایت سے اپنی تمام بدعات کو ترویج دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دیکھو قادری صاحب کی عبارت! بلکہ بے شمار بدعات حسنہ بھی ہوتیں ہیں۔

آپ دیکھ رہے ہے کہ کس طرح اپنے بدعتی عقیدہ کو ترویج دی جا رہی ہے۔

نعمت البدعۃ کا مطلب:

عمر رضی اللہ عنہ اللہ کی حدود پر رک جاتے تھے ان سے تجاوز نہیں کرتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا لائق نہیں ہے کہ وہ سید البشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی مخالفت کریں اور وہ بدعت کے بارے میں نعمۃ البدعۃ کہیں اور یہ وہی بدعت ہو جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول "كُلُّ بِدْعَةٌ ضَلَالَةٌ" سے مفہوم لیا ہو۔ بلکہ وہ بدعت جس کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ نے "نِعْمَتِ الْبِدْعَة" فرمایا ہے وہ اس بدعت کے ضمن میں نہیں آتی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول: "كُلُّ بِدْعَةٌ ضَلَالَةٌ" سے مراد لی ہے۔ کیونکہ تراویح کی اصل (بنیاد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جب کہ بدعت نئے کام کو کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول "نعمت البدعۃ" کے ساتھ لوگوں کے متفرق ہونے کے بعد ایک امام پر لوگوں کے اکٹھا ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ لوگ اس سے پہلے الگ الگ نماز پڑھتے تھے۔

بخاری ومسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تین راتیں قیام کروایا اور چوتھی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پیچھے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا] "میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر (یہ نماز تراویح) فرض کردی جائے، پھر تم اس سے عاجز آ جاؤ"

رمضان میں جماعت کے ساتھ قیام اللیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بدعت اس اعتبار سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے قیام باجماعت کو ترک کیا تھا لوگ الگ الگ ہو کر قیام کرنے لگے تھے کہیں اکیلا آدمی قیام کر رہا، کہیں ایک آدمی کے ساتھ ایک

آدمی ہے اور کسی آدمی کے ساتھ دو ہیں، کسی کے ساتھ گروہ اور جماعت ہے، امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی درست رائے کے ساتھ لوگوں کو ایک امام پر اکٹھا کر دیا۔ گویا کہ یہ فعل لوگوں کے اس سے پہلے الگ الگ ہونے کی نسبت بدعت ہے یہ نئے سرے سے ایجاد ہونے والی بدعت نہیں ہے کیونکہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھی۔ یقیناً یہ سنت ہے لیکن اس سنت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ترک کر دیا گیا تھا یہاں تک عمر رضی اللہ عنہ نے اس سنت کو دوبارہ زندہ کیا۔ اس وجہ سے ممکن ہی نہیں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے اہل بدعت اپنی بدعات کو بدعات حسنہ کہنے کی دلیل بنا سکیں۔

تو یہاں لفظ ''بدعت'' اپنے شرعی مفہوم میں نہیں لغوی مفہوم میں ہے۔

۱۔ امام ابن تیمیۃ (۷۲۸ھ) اپنی کتاب ''منہاج السنہ'' میں [نعمة البدة هذه] کے ذیل میں نمازِ تراویح کو بدعتِ لغوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

[إنما سماها بدعة لأن ما فعل ابتداء، بدعة لغة، و ليس ذلك بدعة شرعية، فإن البدعة الشرعية التى هى ضلالة ما فعل بغير دليل شرعى .] ①

''اسے (یعنی نمازِ تراویح کو) بدعت اس لیے کہا گیا کہ یہ عمل اس سے پہلے اس انداز میں نہیں ہوا تھا لہٰذا یہ بدعت لغوی ہے بدعت شرعی نہیں ہے کیونکہ بدعت شرعی وہ گمراہی ہوتی ہے جو دلیل شرعی کے بغیر سرانجام دی جائے۔''

۲۔ اسی طرح حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) بھی ''تفسیر القرآن العظیم'' میں نمازِ تراویح کو بدعت لغویہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

[والبدعة على قسمين تارة تكون بدعة شرعية كقوله فإن كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و تارة تكون بدعة لغوية

① منهاج السنة، ابن تيمية، ٤: ٢٢٤

كقول أمير المؤمنين عمر بن الخطاب عن جمعه إياهم على صلاة التراويح و استمرارهم: نعمت البدعة هذه .]

''بدعت کی دو قسمیں ہیں بعض اَوقات یہ بدعت شرعیۃ ہوتی ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ [فإن كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة] اور بعض اَوقات یہ بدعت لغویہ ہوتی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو نمازِ تراویح پر جمع کرتے اور دوام کی ترغیب دیتے وقت فرمان [نعمت البدعة هذه] ہے۔''

بدعت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

لغوی مطالب عام طور پر شرعی مفاہیم سے وسیع تر ہیں، زیادہ تر شرعی مفہوم لغوی معنی کا جزء ہوتا ہے۔ تقویٰ صیام (روزہ) حج، عمرہ اور بدعت کے الفاظ اس کی مثالیں ہیں۔ چنانچہ تقویٰ کا لغوی معنی یہ ہے کہ انسان اپنے اور ایسی چیز کے درمیان جس سے وہ خوف محسوس کرتا ہے بچاؤ کے لیے کوئی چیز رکھ لے جو اسے دوسری چیز کے شر سے محفوظ رکھے جیسا کہ سورج کی گرمی اور سردی سے بچنے کے لیے مکانات تعمیر کیے جاتے ہیں یا خیمے لگائے جاتے ہیں۔ زمین پر پڑی اشیاء کے ضرر سے بچنے کے لیے جوتے استعمال کیے جاتے ہیں، لیکن شرعی اصطلاح میں اللہ سے تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان اپنے اور اللہ کے درمیان کوئی ایسی چیز رکھ لے جو اسے غضب الٰہی سے محفوظ رکھے اور یہ اس کے احکام بجالانے اور اس کی ممنوعات سے پرہیز کرنے سے ہوگا۔

صیام (روزہ) لغت میں رکنے کو کہتے ہیں۔ جب کہ شریعت کی اصطلاح میں خاص قسم کے رکنے کو کہتے ہیں اور وہ ہے کھانے پینے اور روزہ افطار کرنے کے جملہ اسباب سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک پرہیز کرنا۔

حج لغت میں ہر ارادہ وقصد کو کہتے ہیں جب کہ شرعی اصطلاح میں خاص مناسک کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ کا ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔

عمرہ لغوی طور پر ہر زیارت کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں کعبہ کی زیارت جو اس کا طواف، صفا مروہ کی سعی اور حلق یا تقصیر سے عبارت ہے۔

اسی طرح بدعت لغت میں ہر وہ چیز جو پہلے سے مثال نہ ہوتے ہوئے نو ایجاد کی جائے اور شرعی اصطلاح میں وہ عمل و اعتقاد ہے جس کی دین میں کوئی اصل نہ ہو اور یہ سنت کی ضد ہے۔ جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت سے واضح ہو چکا۔

اعتراض نمبر ②: الاصل فی الاشیاء الاباحة : بدعتی قسم کے لوگ اپنی بدعات رسومات اور خرافات کے جواز پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ [الاصل فی الاشیاء الاباحة] چنانچہ آپ دیکھیں کس طرح دنیاوی معاملات کو دین کا قانون بنا کر اصل مسئلہ کو الٹا کر رکھ دیا ہے چنانچہ طاہر القادری لکھتا ہے: ''اس بنیادی فلسفہ دین اور اُصولِ حلت و حرمت کو سمجھنے کے بعد اب تصورِ بدعت کو سمجھنا ہمارے لیے قدر آسان ہو جائے گا کہ اس کی رو سے ہر وہ نیا کام جس کے بارے میں کتاب وسنت خاموش ہو وہ ہمارے لیے جائز اور مباح ہے تاوقتیکہ اس کام کی حرمت اور ممانعت کتاب وسنت یا پھر آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو جائے۔

جواب: [الاصل فی الاشیاء الاباحة] یہ الفاظ ہی بتاتے ہیں یہ قانون عبادات میں نہیں بلکہ اشیاء میں لاگو ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے متعلق ہے جو وجود رکھتیں ہیں۔ عبادات تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور فرمان سے ایک ایک کر کے بتا دیں ان کی تفصیلات جزئیات تک بیان کر دیں ہیں۔ اگر ہر چیز حلال ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کتابیں کیوں نازل کیں ہیں۔ رسول علیہم السلام کیوں مبعوث کیے ہیں پھر تو اتنا ہی کافی تھا، سب حلال اور جائز ہے لہٰذا جو مرضی کرتے جاؤ۔

اگر سب کچھ حلال و جائز ہے تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حرام چیزوں کی نشاندہی کی ہے بس؟ اور کوئی طریقہ کسی عبادت کا ہرگز نہیں بتایا کہ وہ حلال ہی ہیں جس مرضی طریقے سے کرو؟

یہ اتنا خطرناک اصول ہے جس سے دین اسلام کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جس مرضی طریقے سے کرو، جتنی مرضی رکعتیں نماز کی پڑھو جتنی مرضی پڑھو جب مرضی روزہ رکھو اور جب دل کرے افطار کردو۔ حج میں جو آپ کا دل چاہے آپ کریں۔ یعنی جہاں جہاں کوئی لگا ہوا ہے سب صحیح ہے کسی کو کچھ نہ کہو۔ اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو پھر آپ ''دین اسلام'' کا وجود ثابت نہیں کر سکتے، کیونکہ آپ کے نزدیک ''سب جائز ہے۔''، ''سب ٹھیک ہے'' اور یہی تمہارا دین ہے یعنی مرضی کا نام دین ہے۔

ایسی باتیں کرنے والے کچھ خدارا سوچیں وہ کیا کہہ رہے ہیں یہ تو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دین بیان کرنے کے لیے نہیں بھیجا تھا؟ کیونکہ سب جائز ہے۔

میرے بھائیو! جب اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کتاب اتاری ہے اور پھر کتاب کو کسی پہاڑ پر نہیں اتارا کہ جاؤ اور وہاں سے کتاب پڑھ کر اس کے احکام پر عمل کرو بلکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ اس کتاب کا مطلب و مفہوم لوگوں کو بیان کریں اور اس پر سب سے پہلے خود عمل کر کے لوگوں کے سامنے اس کی عملی شکل واضح کریں اور اپنے ارشادات سے ان کے سامنے ہر بات کھول کر بیان کریں: ﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (النحل:۴۴) جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی یہ ذمہ داری کما حقہ نبھا دی تو اب اگر کوئی یہ کہے کہ ''سب جائز ہے'' تو پھر ظاہر بات ہے وہ اندر کھاتے آپ کی رسالت و بعثت کا انکار کر رہا ہے۔

اگر سب جائز ہے، تو پھر بتاؤ دین اسلام کی اتنی لمبی چوری تعلیمات کن تفصیلات کے متعلق ہے۔ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، نکاح، طلاق، تجارت، وغیرہ کے متعلق اسلام کی تعلیمات کیا صرف ممنوعات کے متعلق ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ بات بھی نہیں کہ عبادات میں اصل اباحۃ ہے بلکہ عبادات قرآن و حدیث کی تعلیمات اور تفصیلات کا نام

ہے، نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔

کتاب وسنت اور ہواء و بدعت:

دین میں دلیل کے بغیر کوئی عبادت نہیں ہر عبادت کا طریقہ اور حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے اپنی مخلوق کو بتایا ہے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے احکامات امت کو من وعن پہنچا دیے ہیں اور عبادت کا ہر حکم بتایا اور پھر اس کو کر کے دکھایا۔

لہٰذا دین وہی قابل قبول ہوگا جو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہمیں بتایا ہے اس کے علاوہ کسی چیز کا نام دین نہیں ہو سکتا جو شخص کوئی بھی عبادت کرنے سے پہلے اس کی دلیل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے تلاش کرتا ہے اور پھر اس طریقہ کے مطابق عمل کرتا ہے یہ تو ہوا کتاب اللہ اور سنت رسول کو ماننے والا، اور جو شخص یہ ''سب جائز ہے'' اس نے کتاب اللہ کو کیا مانا؟ رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی کیا قدر کی؟ یعنی مسلمان عبادت کے لیے دلیل کتاب وسنت سے لائے گا اور اس کے مقابلے میں بدعتی کہے گا ''سب جائز ہے'' جو مرضی کرو جس طرح مرضی نماز پڑھو منع کی کوئی دلیل نہیں۔

مجھے ان علماء پر حیرانگی ہوتی ہے جو کتاب اللہ میں معنوی تحریف کرتے ہیں افسوس ہے ایسے نام نہاد مولویوں پر آیات کا مفہوم بگاڑ کر اپنے مطلب و مفاد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

الاصل فی الاشیاء الاباحۃ:

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بنائی ہے اور انسان کو اس میں بسایا ہے اب اس کائنات میں بے شمار اشیاء ہیں حیوانات جمادات نباتات کی بے شمار قسمیں موجود ہیں جن کا احاطہ انسان نہیں کر سکتا۔ قیامت تک جو چیزیں پیدا ہونی ہیں اس کا کسی انسان کو پتہ نہیں، اگر قرآن مجید دنیاوی اشیاء میں سے ہر ایک چیز کو گن گن کر بتاتا کہ یہ حرام ہے اور یہ حلال ہے تو پھر اس جیسے سینکڑوں قرآن مجید ہوتے جن میں قیامت تک پیدا ہونے والی تمام مخلوقات کے نام

ہوتے اور پھر اس کی تفصیل ہوتی۔

لیکن حکمت خداوندی نے ایک ہی اصول سے تمام مخلوقات کے متعلق انسان کو راہنمائی فرمادی ہے۔

۱۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رسول اللہ ﷺ ہمیں چھوڑ کر گئے تو اپنے پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ نہ تھا جس کے بارے میں ہمارے پاس علم نہ ہو۔ ①

۲۔ حرام جاندار اور پرندوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمادی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

[نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ وَ عَنْ كُلِّ ذِىْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ] ②

"رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلیوں والے جانور اور پنجہ (سے شکار کرنے والے پرندوں) سے منع کیا۔"

جانوروں اور پرندوں کے متعلق آپ ﷺ نے ایک ہی سنہری اصول ہمیں بتادیا کہ ہر کچلی والا جانور اور پنجہ سے شکار کرنے والا پرندہ حرام ہے۔اس قانون سے پتہ چلتا ہے کہ مخلوقات میں اصل اباحۃ ہے جن کی تفصیل بتانے کی بجائے ان میں حرام چیزوں کی نشاندہی کردی ہے۔

ہر حرام جانور کا نام اگر آپ بتاتے تو پھر قیامت تک آنے والے ہر جانور کے نام کے لیے ایک بہت بڑی کتاب کی ضرورت ہوتی تھی اور ہر حرام پرندے کے نام کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہوتی تھی۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک ہی اصول میں ہر حرام جانور اور ہر حرام پرندے کی وضاحت فرمادی۔

اسی طرح آپ نے جو خبریں دیں ان میں بھی جامعیت ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد:

---

① ابن حبان موارد الظمان ١/١٦٨، ح:٧١)

② صحيح مسلم:١٩٣٢

[لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَ تَرُوحُ بِطَانًا] ①

اور یہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن کا ابن رجب نے اربعین نووی میں اضافہ کیا ہے۔

آپ اپنی عقل سے سوچیں کہ اس کائنات میں تمام اشیاء اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں ان کا وجود ہے ان میں نباتات ہیں، حیوانات ہیں، جمادات ہیں پھر آگے ان کی قسمیں ہیں اور قسموں کی آگے انواع ہیں۔ یعنی اتنی مخلوقات ہیں جن کا شمار انسان سے ناممکن ہے۔

تو کیا عبادات نماز، روزہ زکوٰۃ حج کا بھی کوئی ان کی طرح جسم یا وجود ہے جس کے متعلق کہا جائے کہ یہ اصلاً حلال میں یا یہ سب کچھ جائز ہے؟ جب ان عبادات کا وجود نباتات، جمادات وغیرہ مخلوقات کی طرح نہیں بلکہ ان کا شرعی وجود ہی وہ ہے جو شریعت نے بتایا ہے تو پھر یہ بات کس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ ''سب جائز ہے؟'' میں پوچھتا ہے آپ جس چیز کو کہہ رہے ہیں ''سب جائز ہے وہ چیز ہے کہاں؟ وہ کیا چیز ہے جو سب جائز ہے؟ لہٰذا یہاں لا محالہ یہی کہنا پڑے گا جو چیز شریعت میں نہیں وہ ہے ہی نہیں یعنی اس کا شرعی وجود نہیں۔ اگرچہ حسی وجود اس کا بے شک موجود ہو لیکن شریعت میں اس کا وجود نہیں۔ شریعت میں وہ مردود ہے۔

جب کہ عبادات کے متعلق قرآن نے واضح طور پر کہہ دیا ہے جو ہم نے تمھیں سکھایا ہے اس کے مطابق عمل کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ فَإِذَآ أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴾ (البقرة:٢/٢٣٩)

دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ ۚ وَإِن كُنتُم مِّن

① ترمذی: ٢٣٤٤، و قال حسن صحيح، ابن حبان: ٢٥٤٨، الحاكم: ٤/٣١٨، و قال هذا حديث صحيح الإسناد، النسائي في الكبرى، طبعة جديدة ١٠/٣٨٩، ح: ١١٨٠٥ و إسناده حسن

قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ (البقرة:١٩٨)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو اُسوہ حسنہ بنایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾(الاحزاب:٢١)

اگر سب جائز ہے تو پھر نمونہ، اسوۂ حسنہ کا کیا مطلب؟ میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے نمونہ ہمیں اس لیے دیا ہے کہ ہم اس نمونہ کے مطابق عبادت کریں نہ کہ سب جائز کا رٹا لگا کر اور راگ الاپ کر دین کی اصل شکل و ہیئت ہی ختم کر دیں۔

نماز کے متعلق آپ نے فرمایا:[صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ] حج کے متعلق فرمایا: [خُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ] پھر آپ نے ہر عبادت کی تفصیل عملاً کر کے اور قولاً فرما کر بیان بھی کر دی ہیں۔

دین کامل ہے:

اگر سب جائز ہے تو پھر مجھے بتاؤ تکمیل کس چیز کی ہوئی ہے یعنی آپ سب جائز کہہ کر دین کو نامکمل اور ناقص سمجھتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة:٣)

امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی معروف ترین کتاب "الاعتصام" (۱/۴۹) میں لکھا ہے:

[قال ابن الماجشون: سمعت مالكا يقول: من ابتدع فی الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم ان محمداً ﷺ خان الرسالة لان الله يقول﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ فما لم يكن يومئذٍ

دینا فلا یکون الیوم دینا]

''ابن ماجشون رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جس نے دین میں بدعت نکالی اور اسے حسنہ سمجھا تو اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی ہے۔''

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

[إِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيثًا فَلَا تَزِيدُنَّ عَلَيْهِ] ①

''جب میں تمہیں کوئی بات بیان کروں تو تم اس پر اضافہ ہرگز نہ کرنا۔''

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ دین اسلام میں کسی آدمی کو اضافہ وزیادتی کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ نبی ﷺ نے جس طرح تعلیم دی اس کو من وعن اسی طرح تسلیم کرنے کا نام اسلام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ﴾ بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے۔'' یعنی دین صرف وہ ہے جو اللہ کی طرف سے آئے۔ انسان کا بنایا ہوا اور نیا ایجاد کردہ دین نہیں ہوسکتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سابقہ انبیاء علیہم السلام پر اپنی ہدایت وحی کی صورت میں نازل کرتا رہا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر دین حق نازل فرما کر اس کی تکمیل کردی اور اسے ہی دین اسلام قرار دیا اور اس کے علاوہ کسی اور دین کو قبول نہیں کیا۔

مصالح مرسلہ:

مصلحت مرسلہ ایسی مصلحت کو کہتے ہیں کہ کوئی شرعی دلیل اس کے اعتبار کرنے یا اس کے ساقط کرنے پر دلالت نہ کرے۔ جب کہ وہ کسی شرعی مقصد کو پورا کرتی ہو جیسے کہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں جمع قرآن، کتابوں کا لکھا جانا اور بیت المال سے

① مسند احمد: ٥/١١، رقم. ١٩٦١٨)

وظیفہ لینے والوں کا ریکارڈ محفوظ کرنا۔ شریعت میں کوئی نص ان اُمور کے ثبوت یا ممانعت میں وارد نہیں۔ جہاں تک جمع قرآن کا تعلق ہے تو ذریعہ ہے اس کے محفوظ رہنے کا اور اسی کی بدولت اس کا کوئی حصہ بھی ضائع نہیں ہوا۔ اور اسی سے اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر : ۹) ''بیشک ہم ہی نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔'' پورا ہوا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھی تو وہ متردد تھے انہوں نے کہا میں ایسا کام کیوں کرسکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم یہ بہتر ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس امر پر بار بار کہتے رہے حتی کہ اللہ نے مجھے شرح صدر عطا کر دی اور میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق ہو گیا۔ [1]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مختلف صحیفوں میں جمع کیا تھا جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے ایک مصحف میں جمع کیا۔ رجسٹروں اور ریکارڈوں کی تیاری سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔ جب فتوحات بکثرت ہوئیں، غنیمت اور فئی کی صورت میں وافر مال بیت المال میں آ گیا تو لشکریوں اور بیت المال سے وظیفہ لینے والے دیگر افراد کے ناموں کا ریکارڈ رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ نظام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے پہلے وجود میں نہ آیا تھا۔ جب کہ یہ عمل ذریعہ ہے مستحق افراد کے حقوق کی یقینی ادائیگی کا۔ اور سد باب ہے ان میں سے کسی کے محروم رہ جانے کے خدشے کا۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بعض بدعات کو مصالح مرسلہ میں شامل کر کے حسن قرار دیا جائے۔ اس لئے کہ مصالح مرسلہ میں شریعت کے مقرر کردہ کسی مقصد کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ اس کے بخلاف بدعات میں شریعت پر ناقص ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں گزر چکا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التفسیر القرآن باب قولہ ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ حدیث: ٤٦٧٩.

اعتقادی، فعلی اور قولی بدعات:

بدعات کی متعدد اقسام ہیں۔ یہ اعتقادی بھی ہوتی ہیں، قولی بھی اور فعلی بھی۔ اور فعلی بدعات میں سے کچھ ایسی ہیں جن کا تعلق جگہوں کے ساتھ ہے اور کچھ کا تعلق اوقات کے ساتھ ہے۔

اعتقادی بدعت:

اعتقادی بدعات کی مثالوں میں سے خارجیوں، رافضیوں اور معتزلہ وغیرہ کی بدعات شامل ہیں۔ ان لوگوں کا زیادہ تر اعتماد علم کلام پر اور کچھ جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایات پر ہے۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ جامع بیان العلم وفضلہ (۹۵/۲) میں لکھتے ہیں: ''تمام علاقوں کے فقہاء محدثین کا اجماع ہے کہ علم کلام پر اعتماد کرنے والے بدعتی اور بھٹکے ہوئے لوگ ہیں اور ان تمام حضرات کے نزدیک بدعتیوں کا شمار علماء کے طبقات میں سے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ علماء کا لقب صرف ان کے لیے ہے جو احادیث و آثار کے علم سے وابستہ ہوں اور ان میں فقہ استنباط میں مصروف ہوں اور اسی میں تخصص اور مہارت کے اعتبار سے ان کے مراتب ہوں۔''

قولی بدعت:

قولی بدعات میں ایک بدعت بول کر نیت کرنا ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں: میں نیت کرتا ہوں کہ اتنی نماز پڑھوں، میں آج کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسی قسم سے کسی کی جاہ یا ذات کا واسطہ دے کر دعا کرنا ہے۔ اسی طرح کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت سنت میں وارد نہیں ہیں۔ قولی بدعات میں سے بعض کفریہ بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً قبروں میں مدفون لوگوں کو پکارنا، ان سے مدد کا خواستگار ہونا اور مشکل کشائی اور حاجت روائی کا طلبگار ہونا۔ اور اس سے ایسی چیزیں مانگنا جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں مانگی جا سکتیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن:١٨)

''اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی ہیں تو تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔''

نیز فرمایا:

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ﴾ (النمل:٦٢)

''بھلا کون لاچار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور کون اس کی تکلیف دور کرتا ہے اور کون تم کو زمین میں اگلوں کا جانشین بناتا ہے؟ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے! ہرگز نہیں! مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔''

عملی بدعت:

عملی بدعات مکانی بھی ہیں اور زمانی بھی۔

مکانی بدعات:

یعنی جن کا تعلق مقامات کے ساتھ ہے ان میں سے ایک قبروں پر بطور تبرک ہاتھ پھیرنا اور انھیں بوسہ دینا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ ''مجموع شرح المهذب'' (۸/ ۲۰۶) میں نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کے گرد بنائی گئی دیوار کو بوسہ دینے اور اس پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''عوام کا کثیر تعداد میں مخالف شرع کاموں میں مبتلا ہونے سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے اس لیے عمل صرف صحیح احادیث پر اور ان کی روشنی میں علماء کے فتاویٰ پر ہوتا ہے عوام کے ایجاد کردہ اعمال اور ان کی جہالتوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ صحیحین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ]

''اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَ صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ

حَيْثُ كُنْتُمْ] ①

"میری قبر کو عید (میلہ گاہ) نہ بنا لینا اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔"

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے: "ہدایت کے راستے اختیار کرو اور ان پر کار بند رہو ان پر چلنے والے اگر تعداد میں کم ہوں گے تو بھی تم پر کچھ ضرر نہیں۔ گمراہی کے راستے پر چلنے سے بچو اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت تعداد سے دھوکا نہ کھاؤ۔" اور اگر کوئی سمجھتا ہے کہ ہاتھ وغیرہ سے ان کو چھونا زیادہ باعث برکت ہے تو یہ اس کی بھول اور جہالت ہے۔ اس لیے کہ برکت شریعت کے مطابق عمل میں ہے۔ حق کی مخالفت میں فضیلت اور برکت کہاں؟ ②

زمانی بدعت:

اوقات کے ساتھ تعلق رکھنے والی بدعات میں سے ایک میلاد کے نام سے تقریبات ہیں جیسا کہ نبی ﷺ کا جشن ولادت، یہ چوتھی صدی ہجری کی ایجادات میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ، آپ کے خلفاء اور آپ کے صحابہ سے اس بارے میں کچھ بھی وارد نہیں بلکہ تابعین اور اتباع تابعین سے بھی کچھ مروی نہیں۔ پہلی تین صدیاں اس بدعت کے ایجاد ہونے سے پہلے گزر گئیں۔ اس عرصہ میں تالیف ہونے والی کتابیں میلاد منانے کے تذکرہ سے خالی ہے۔ یہ بدعت چوتھی ہجری میں ایجاد ہوئی۔ عبیدی جو مصر کے حاکم تھے، اس کے موجد ہیں۔ تقی الدین احمد بن علی القریزی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"فاطمیوں کے ہاں سارا سال میلے اور جشن جاری رہتے ہیں۔ انہوں نے ان کا ذکر بھی کیا ہے اور یہ بہت زیادہ ہیں۔ انہی میں رسول اللہ ﷺ کا مولود، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مولود، سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مولود، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کا

---

① سنن ابی داود، کتاب المناسك حديث: ٤٢

② مجموع: ٨/٢٧٥.

مولود بھی شامل تھے۔‘‘ ①

ابن کثیر اپنی تألیف ’’البدایہ والنہایہ‘‘ میں ۵۶۷ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’اسی سال ان کے آخری بادشاہ ’’العاضد‘‘ کی وفات کے ساتھ ان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا؟ ان کے دور حکومت میں بدعات ومنکرات کا غلبہ رہا..... فسادیوں کی کثرت اور علماء کی قلت رہی.....‘‘

اس سے کچھ ہی پہلے ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے تمام مصر میں حی علی خیر العمل کے کلمات اذان سے نکلوائے۔

اس موضوع پر شیخ اسماعیل بن محمد انصاری رحمہ اللہ کی ” القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد ختم الرسل “ بہترین تألیف ہے۔

اور یہ امر تو شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں نبی کریم ﷺ کی محبت اس کے والدین ، اولاد اور تمام جہان کی محبت سے بڑھ کر ہونی چاہیے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:[لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ] ②

’’تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔‘‘

اور آپ ﷺ کی محبت آپ ﷺ کے طریقہ کے مطابق چلنے کا نام ہے، نو ایجاد بدعات اختیار کرنے کا نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (آل عمران:۳۱)

’’(اے نبی ﷺ)لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری

---

① المواعظ بذكر الخطط والآثار: ۱/ ۴۹۰

② صحيح مسلم، كتاب الإيمان باب وجوب محبة رسول الله اكثر من...... : ۴۴

پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ......﴾ (محمد:۳۳)

"اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال برباد مت کرو۔"

جو عمل اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے مطابق نہ ہو وہ عمل باطل ہے، اس کی کوئی فضیلت ہے نہ کوئی ثواب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ][1]

"جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔"

یعنی نا مقبول ہے اسے رد کر دیا جائے گا اور جو عمل رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور حکم و اطاعت کے مطابق ہو۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِنْ تُطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾ (الحجرات ١٤)

"اگر تم اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہو تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کمی نہ کرے گا۔ یقیناً اللہ بخشنے اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

[1] صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور، حدیث ١٧١٨

جشن عید میلاد النبی ﷺ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں

شرعی ایام میں کوئی ابہام نہیں:

شریعت اسلامیہ میں جتنی عبادات دنوں کے ساتھ خاص ہیں ان دنوں کی تعیین میں کوئی ابہام نہیں مثلاً: خطبہ جمعہ عبادت ہے اور یہ صرف اور صرف جمعہ کے دن ہی کے ساتھ خاص ہے تو اس کو شریعت نے واضح کر کے بیان کر دیا جس میں کسی قسم کا کوئی ابہام اور پوشیدگی نہیں یعنی کسی کے دل میں یہ کھٹکا بھی نہیں آ سکتا کہ یہ خطبہ ہفتہ کے دن ہو، اسی طرح روزے فرض ہیں تو اس کے متعلق بھی شریعت نے واضح اور صاف کھلے الفاظ میں بیان کر دیا ''وَ صَوْمُ رَمَضَانَ'' یعنی روزے رمضان میں فرض ہے تو روزوں کے لیے مہینے کی تعیین میں کوئی ابہام اور پوشیدگی باقی نہیں رہی۔ اسی طرح حج شریعت نے فرض قرار دیا ہے تو ساتھ ہی اس کے دن کی تاریخ بھی اتنی ہی واضح کر کے بتا دی جتنی اس کی فرضیت کو صاف انداز سے بیان کر دیا۔ اب کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں کہ حج ذوالحجہ کے مہینے کی ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، تاریخ کو ہوتا ہے، اسی طرح عید الفطر کو شریعت نے مقرر کیا ہے تو اس کی تاریخ بھی بتا دی کہ رمضان ختم ہوتے ہی شوال کا چاند طلوع ہو جائے تو یہی عید کا دن ہے اور اسی طرح عید الاضحیٰ شریعت نے مقرر کی تو اس کی تاریخ بھی واضح کر دی کہ یہ دس ذوالحجہ کو ہوگی آج تک ان عبادات اور ان کے ایام اور تاریخوں میں کسی کوئی شک، کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ شریعت نے تمام شرعی مسائل کو [لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا] کر کے بیان کر دیے ہیں۔

لیکن ان کے مقابلے میں خود ساختہ ایجادات بدعات رسومات خرافات میں آج تک یقین پیدا نہیں ہو سکا۔ ان کی عبادت کا طریقہ متعین ہو سکا نہ ان کی تاریخیں متعین ہو سکیں نہ

ان کے دن متعین ہو سکے۔ ان عبادات میں، ان دنوں میں، ان کی تاریخ میں ہمیشہ شک وشبہ ہی رہا ہے۔ مثلاً لوگوں نے معراج کے نام پر عبادت جاری کی اس کے دن کو خود مقرر کر کے جشن معراج پر شمعیں روشن کیں لیکن آج تک کسی مؤرخ اور کسی سیرت نگار نے یقین کے ساتھ اس کی تاریخ نہیں بتائی بلکہ معراج کی تاریخ دن اور سال میں آٹھ دس اقوال سیرت نگاروں نے پیش کر کے تذبذب کا اظہار ہی کیا ہے بے شک آپ اس معاملے میں مختلف سیرت نگاروں کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں۔ یہاں اس کی تفصیل کا مقام نہیں۔ آپ الرحیق المختوم کا مطالعہ فرمائیں۔

خلاصہ بات یہ ہے کہ معراج کے نام پر دین اسلام میں کوئی عبادت نہیں نبی ﷺ کو معراج ضرور ہوئی ہے لیکن اس کی تاریخ اور دن قرآن وحدیث نے نہیں بتایا کہ وہ کون سا دن تھا کون سا مہینہ تھا کون سا سال تھا۔ اسی طرح نبی ﷺ کی ولادت کے متعلق احادیث میں اتنا تو ضرور آیا ہے کہ میں سوموار کے دن پیدا ہوا۔ لیکن کون سا مہینہ تھا کون سی تاریخ تھی یہ قرآن وحدیث میں بالکل بیان نہیں ہوا۔ اگر اس دن کوئی خاص عبادت شریعت نے بتائی ہوتی تو پھر ضرور اس کی تاریخ بھی شریعت نے بتائی تھی اگر اس دن جشن منانا، عید منانی جائز ہوتی، مشروع ہوتی تو پھر نبی ﷺ اس کی تاریخ ضرور بتاتے۔ پوری بریلویت نے آیات اور احادیث کے معنی مفہوم میں ہیرا پھیری کر کے یعنی تحریف کر کے جشن عید میلاد النبی ﷺ کو ثابت کرنے کی مذموم کوشش تو ضرور کی ہے۔

”جس کو اہل حق نے توڑ کے رکھ دیا ہے اور کتاب وسنت کی حفاظت کر کے اپنی ذمہ داری نبھائی ہے۔“

اس کے باوجود پوری بریلویت قرآن وحدیث سے ولادت مصطفیٰ ﷺ کی تاریخ اور مہینہ پیش نہیں کر سکی۔

تاریخ ولادت میں اختلاف:

رسول اکرم ﷺ کی تاریخ پیدائش کے متعلق اکابرین امت میں سخت اختلاف ہے۔

❁ پیر عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دس محرم کو پیدا ہوئے۔ ①

یاد رہے کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی صاحب پیر عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں پیران پیر سے کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں اوران کی آنکھ ہر وقت لوحِ محفوظ میں لگی ہوئی ہے۔ ②

اس سے معلوم ہوا کہ (مذکورہ عقیدہ رکھنے والوں کے نزدیک) پیر صاحب کی کتاب والی تاریخ ولادت (۱۰ محرم) درست ہے۔لیکن قائلین میلاد میں سے کوئی بھی اسے تسلیم نہیں کرتا۔

❁ زبیر بن بکار کے نزدیک آپ ﷺ کی پیدائش کا دن ۱۲ رمضان ہے۔ ③

❁ ابن عبد البر نے ۲ ربیع الاول آپ ﷺ کی پیدائش کا دن قرار دیا۔ (حوالہ ایضاً)

❁ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ۸ ربیع الاول رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا دن قرار دیا ہے۔ ④

❁ ابو جعفر محمد بن علی نے آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش ۱۰ ربیع الاول بتائی ہے۔ ⑤

اس اختلاف میں ہی اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کا میلاد کوئی بھی نہ کرتا تھا اور اگر وہ لوگ میلاد مناتے ہوتے اور یہ اسلامی تہوار کی صورت میں ان میں رائج بھی ہوتا تو کم از کم نبی ﷺ کی ولادت کی تاریخ میں اختلاف نہ ہوتا۔موجودہ میلاد شاہ اربل بھی ایک سال آٹھ ربیع الاول کو مناتا اور دوسرے سال بارہ ربیع الاول کو (وفیات الاعیان:۴/۳) سب کو معلوم ہے کہ عید الفطر رمضان کے بعد یکم شوال کو اور عید الاضحیٰ ذی الحجہ کی دس تاریخ کو منائی جاتی ہے اگر عید میلاد بھی منائی جاتی تو اس پر سب مؤرخین کا اتفاق ہوتا کہ نبی ﷺ کی پیدائش کا دن فلاں ہے۔اور اگر یہ عمل شروع سے ہی چلتا آرہا ہوتا تو اس کی تاریخ میں کبھی بھی اختلاف نہ ہوتا۔

---

① غنیۃ الطالبین: ۲/ ۵۵

② ملفوظات: ۱/ ۵۵

③ الاستیعاب لابن عبد البر: ۱/ ۳۰

④ ما ثبت بالسنۃ، ص: ۵۷، از شیخ عبد الحق محدث دھلوی

⑤ طبقات ابن سعد: ۱/ ۱۰۰

پھر اس تاریخ کو حتمی قرار دے کر اس دن کو قرآن خوانی، نعت خوانی اور اسی طرح کی دیگر رسوامات کے لیے خاص کرنا کیسے جائز ہے۔ حالانکہ عبادت کے لیے کسی دن کو مقرر کرنا اور پھر اسی کو راجح قرار دیتے ہوئے اس میں مخصوص عبادات کرنا شریعت کے احکامات کے بالکل خلاف ہے جمعہ کے دن کی فضیلت تمام دنوں پر ہے مگر اس کے وجود نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن کی تخصیص وتعیین سے روزہ رکھنے کو بھی منع فرمایا:

[لَا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ وَ لَا تَخْتَصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنَ الْاَيَّامِ] (صحيح مسلم)

''کہ جمعہ کی رات کو قیام اللیل (نفل وذکر) کے لیے مخصوص نہ کرو اور نہ ہی جمعہ کا دن روزہ کے لیے مقرر کرو۔''

دوسری جگہ فرمایا: [لَا يَصُوْمُ اَحَدُكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ يَّصُوْمَ قَبْلَهٗ اَوْ يَصُوْمَ بَعْدَهٗ]

''جمعہ کا دن روزہ کے لیے مخصوص نہ کرو اگر کوئی روزہ رکھے بھی تو ایک دن پہلے یا بعد میں بھی روزہ رکھے۔''

جب نبی اکرم ﷺ نے نفلی عبادت کے لیے دن مخصوص کرنے سے منع فرمایا تو میلاد کے لیے جو کہ نہ فرض ہے نہ نفل تو اس کے لیے دن مقرر کرنا کس طرح ٹھیک ہوسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت اہل سیر کی نظر میں:

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمارے نبی ﷺ موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۷ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق وقبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ اپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔''[1]

[1] رحمۃ للعالمین، ص: ۴۰

مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی فرماتے ہیں:

”چنانچہ ۹ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۴۰ جلوس کسریٰ نوشیروان مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ بروز دوشنبہ بعد از صبح صادق اور قبل از طلوع آفتاب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔“ ①

بعض محدثین نے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول بھی لکھی ہے لیکن محققین اور مؤرخین نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی صحیح تاریخ ۹ ربیع الاول ہے۔ یہی راجح قول ہے۔“

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”تاریخ ولادت کے متعلق مصر کی مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انھوں نے ریاضی کے دلائل سے ثابت کیا ہے کہا آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔ محمود پاشا فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم (آنحضرت ﷺ کے صغیر السن صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب میں گرہن لگا اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر کا ۶۳ واں سال تھا۔

۲۔ ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ ہجری کا گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو ۸ بج کر ۳۱ منٹ پر لگا تھا۔

۳۔ اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری برس ۶۳ برس پیچھے ہٹیں تو آپ ﷺ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے جس میں (از روئے قواعد ہیئت) ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲/ اپریل/ ۵۷۱ء تھی۔

① تاریخ اسلام، حصہ اوّل، ص: ۷۶

۴۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے لے کر ۱۲ تک میں منحصر ہے۔

۵۔ ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے، ان وجوہ کی بناء پر تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تھی۔ ①

شاہ معین الدین احمد ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عبداللہ کی وفات کے چند مہینوں بعد عین موسم بہار اپریل ۵۷۱ء میں ۹ ربیع الاول کو عبداللہ کے گھر فرزند تولد ہوا۔ بوڑھے اور زخم خوردہ عبدالمطلب پوتے کے تولد کی خبر سن کر گھر آئے اور نومولود بچہ کو خانہ کعبہ میں لے جا کر اس کے لیے دعا مانگی، ساتویں دن عقیقہ کر کے ''محمد ﷺ'' نام رکھا۔'' ②

سیرت النبی ﷺ، ابن ہشام کے حاشیہ پر لکھا ہے:

''تمام روایتیں پیش نظر رکھ کر ارباب تحقیق اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ کی ولادت با سعادت ۹ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۲/اپریل ۵۷۱ء بعد از صبح صادق اور قبل از طلوع نیر عالم تاب ہوئی۔'' (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: جلد: ۱/۱۸۲)

۱۲ ربیع الاول کو وفاتِ رسول ﷺ کا دن قرار دینے والے:

چنانچہ جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی خود لکھتے ہیں:

''نبی ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو ہے اور اسی میں وفات ہے۔'' (ملفوظات)

اس سے معلوم ہوتا ہے بریلویت ۱۲ ربیع الاول کو وفات کا دن تسلیم کر کے جشن مناتے ہیں۔ یہ گستاخیاں کون کر رہا ہے؟...... قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ وقت چاشت تھا کہ جسم اطہر سے روحِ انور نے

---

① سیرت النبی ﷺ، ص: ۱۷۱

② تاریخ اسلام: ۱/۲۵

پرواز کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر ۴ دن تھی۔''[1]

مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دوپہر کے قریب روز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ھ کو اس دار فانی سے آپ ﷺ نے انتقال فرمایا۔ اگلے دن سہ شنبہ کو دوپہر کے قریب مدفون ہوئے۔''

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وفات کے دن شام ہو چکی تھی تجہیز و تکفین اور قبر کنی کے مراحل رات سے پہلے انجام نہ پا سکتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے خود مبہوت ہو رہے تھے۔ اس لیے تجہیز و تکفین دوسرے دن سہ شنبہ کو عمل میں آئی۔ غسل وغیرہ کی سعادت اعزہ خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قثم بن عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر کھودی اور باری باری تمام مسلمانوں نے بلا امام نماز جنازہ پڑھی اور سہ شنبہ ۱۳ ربیع الاول ۱۱ ھ مطابق ۶۳۲ء کو کونین کی یہ دولت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی پاک و مطہر زمین کے سپرد کر دی گئی۔''

مذکورہ بالا مورخین کی تحقیقات آپ کے سامنے پیش کیں ہیں، البتہ قرآن وحدیث میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے بارے سوموار کے دن کے علاوہ کوئی تاریخ مہینہ، سال نہیں بتایا گیا۔ لیکن سوموار کو نام نہاد عاشقین عید میلاد النبی ﷺ کے قائل ہیں نہ فاعل ہیں اور جس دن کے وہ قائل و فاعل ہیں وہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ کس چیز کا نام ہے:

کسی بھی چیز پر کوئی حکم لگانے سے پہلے اس کی حقیقت کو جان لینا ضروری ہے۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ نام ہے:

۱۔ ۱۲/ ربیع الاول کو جلوس نکالنے کا۔

[1] رحمۃ للعالمین، ص: ۲۹۳

۲۔ تعلیمی اور کاروباری مراکز اور سرکاری دفاتر بند کردینے کا یعنی چھٹی کرنے کا

۳۔ تانگے، ٹرالیوں پر سوار ہوکر نعرہ بازی کرنے کا

۴۔ بازاروں میں گلیوں میں پہاڑیوں کے نام پر سکھوں کے بتاوے، بچوں کے کھیلوں کا سامان رکھ کر اونچی آواز سے ڈیک لگا کر پورے محلے میں گانے کی آواز سنانے کا۔

۵۔ منہ پر تلے لگا کر بازاروں میں نوجوان لڑکوں کے رقص کرنے کا۔

۶۔ نوجوان لڑکیوں کو بے پردہ ننگے منہ ہاتھوں میں موم بتیاں پکڑا کر بازاروں سے گھمانے کا۔

۷۔ شرکیہ نعتوں کو گانے کی طرز پر بازاروں میں پڑھنے کا۔

۸۔ بیل گاڑی پر میوزک کا سامان رکھ کر بازاروں کا گشت کرکے قوالی پڑھنے کا۔

۹۔ لاکھوں روپیہ لگا کر گلی بازاروں میں جھنڈیا مسہریاں لائٹیں سجانے کا

۱۰۔ بازاروں گلیوں میں قالین بچھا کر اوپر سبز رنگ کا کپڑا تاننے کا

۱۱۔ پھر ان پر فوجی بینڈ بجانے کا

۱۲۔ مساجد جو خالصتاً عبادت کے لیے ہوتیں ہیں انہیں باہر سے چراغاں کرکے اندر مسہریاں لگانے کا۔

۱۳۔ اسٹیج پہ ایک کرسی رسول اللہ ﷺ کے نام پر خالی رکھ کے، اچانک کھڑے ہوجانا کہ حضور آگئے ہیں۔

یہ وہ حقائق ہیں جو ۱۲ ربیع الاول کو سرعام کیے جاتے ہیں جسے ساری دنیا دیکھتی ہے، اور انہیں کوئی دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان جھٹلا نہیں سکتے۔

جشن عید میلاد النبی انہی چیزوں کا نام ہے ان کے علاوہ اس دن نبی ﷺ کی سنت میں سے کسی سنت کو تو یاد نہیں کیا جاتا جو خاص طور پر آپ ﷺ نے ۱۲۔ ربیع الاول کو کی ہو۔ اگر آپ ان مذکورہ بالا چیزوں کو چھوڑ دیں تو جشن عید میلاد لنبی ﷺ کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی بریلوی ان مذکورہ چیزوں کا انکار نہیں کرسکتا کہ یہ چیزیں ہمارے جلوس میں نہیں ہوتیں۔

گھر کی شہادت:

بریلویت کے معروف عالم دین مولوی غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ فرماتے ہیں:

''ہم دیکھتے ہیں کہ بعض شہروں میں عید میلاد کے جلوس کے تقدس کو بالکل پامال کردیا گیا ہے، جلوس تنگ راستوں سے گزرتا ہے اور مکانوں کی کھڑکیوں اور بالکونیوں سے نوجوان لڑکیاں اور عورتیں شرکاء جلوس پر پھول وغیرہ پھینکتی ہیں اور اوباش نوجوان فحش حرکتیں کرتے ہیں جلوس میں مختلف گاڑیوں پر فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے اور نوجوان لڑکے (بلکہ لڑکیاں) فلمی گانوں کی دھنوں پر ناچتے ہیں اور نماز کے اوقات میں جلوس چلتا رہتا ہے مساجد کے آگے سے گزرتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا اس قسم کے جلوس میلاد النبی کے تقدس پر بدنما داغ ہیں۔''[1]

مولوی سعیدی صاحب سے کوئی پوچھے اس جلوس میں تقدس والی کون سی چیز ہے جس کو پامال کیا گیا، کیا گھوڑے تقدس والے ہیں، بیل یا ٹرالیاں یا شور شرابہ کرنے والی عوام۔ یا وہ حضرت صاحب جو ان چیزوں کی قیادت فرما رہے ہوتے ہیں مولوی صاحب! جب آپ باہر بازاروں میں ایسے جلوس کی قیادت کرنے کے لیے نکل آئے اسی وقت تقدس تو آپ کا پامال ہوگیا، ان لڑکیوں نے آپ کے پامال شدہ تقدس کو بھی زینت بخشی ہے اب اسی کو قبول فرماؤ جب سنت چھوڑو گے تو اسی طرح کا تقدس ہوگا۔

ایسے کاموں سے بریلوی حضرات فرحت محسوس کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

رسائل میلاد النبی ﷺ جس کو صلاح الدین سعیدی نے ترتیب دیا ہے کے صفحہ پر ''میلاد شریف کے فیوض وبرکات'' جس کو امام محمد بن جعفر الکتانی نے لکھا ہے، اس کا ترجمہ و تخریج علامہ محمد شہزاد مجددی نے کیا ہے لکھا ہے:'' محافل میلاد کے بارے میں لوگ بہت زیادہ باتیں کرتے ہیں جیسا کہ عام طور پر اس میں چراغاں کرنے کا رجحان ہے جو ساعتوں اور

---

[1] شرح صحیح مسلم: ۳/۱۷۰، طبع فرید بك ستال لاهور، سن: ١٤١٥ھ و ١٩٩٥ء

بصارتوں کے لیے باعث فرحت ہوتا ہے۔"

اس بدعت کو ایجاد کرنے والے نے خود اس کی ایجاد ہی اس طرز پر کی ہے۔ تاریخ ابن خلکان میں موصل کے بادشاہ ابو سعید کوکبوری بن علی بن بلکتیں بن محمد حسن کا لقب الملک المعظم مظفر الدین ہے۔ (المتوفی ۶۳۰ھ) جس نے اس بدعت کو ایجاد کیا ہے۔

ابن خلکان نے اس کے متعلق لکھا ہے:

یہ بد اندیش بادشاہ محفل میلاد کے اہتمام کے لیے لکڑی کے بیس عالی شان قبے تیار کرواتا اور ہر قبہ میں پانچ منزلیں ہوتیں۔ ماہ صفر کے آغاز میں زیبائش و آرائش کے مہنگے ساز و سامان سے ان قبوں کو آراستہ کر کے ہر ایک منزل میں ایک ایک ٹولی راگ گانے والی، ٹپہ خیال، باجے والوں، کھیل تماشے اور رقص کرنے والوں کی بٹھائی جاتی۔ ہر روز عصر کے بعد اپنے وزیروں، مشیروں اور دوسرے ہم رایوں کے ساتھ قبہ اور منزل منزل پھرتا، گانا، سنتا، ناچ دیکھتا اور خوشی میں خود بھی ناچتا، پھر اپنے قبے میں تمام رات لہو ولہب، راگ رنگ میں مشغول رہتا اور دادِ عیش دیتا۔ اور یوم میلاد سے دو دن پہلے اپنے تمام طبلوں، باجوں، گانوں اور آلات لہو ولعب کے جلو میں اپنے بے شمار اونٹ گائیں اور بکریاں لے کر کھلے میدان میں آ جاتا اور ان کو ذبح کرا دیتا اور ہر قسم کے پر تکلف کھانے پکوا کر ان بھانڈوں، ڈوموں، موسیقاروں اور دوسرے تماش بینوں کی ضیافت کرتا اور میلاد کی رات عصر کی نماز پڑھ کر اپنے قلعے میں پھر سماع کی محفلیں منعقد کرواتا۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے بطلان پر بریلویت کے فتوے:

جب ان مذکورہ چیزوں کا نام جشن عید میلاد النبی ﷺ ہے تو پھر ان سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں کیونکہ یہ شیطانی کاموں سے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کا فتویٰ: محبوب سبحانی، مرشد ربانی، خواجہ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی سے جب مرزا احسان الدین نے میلاد النبی ﷺ کے بارے میں

فتویٰ پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"بہ نظر انصاف بیند اگر حضرت ایشاں فرضا دریں زمان موجودہ بودند و در دنیا زندہ مے بودند وایں مجالس واجتماع کہ منعقد مے شد آیا بایں راضی مے شدند وایں اجتماع را مے پسندید ندیا نہ یقین فقیر آں است کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمے فرمودند بلکہ انکار مے نمودند مقصود فقیر اعلام بود، قبول کنند یا نکنند ہیچ مضائقہ نیست وگنجائش مشاہرہ نہ اگر مخدوم زادھا و یاران آنجابو ہماں وضع مستقیم باشندہ ما فقیراں از صحبت ایشاں غیر از ھربان چارہ نیست زیادہ چہ تصدیقہ دہد و والسلام۔"[1]

بنظر انصاف دیکھو کہ اگر بالفرض حضور ﷺ اس زمانہ میں زندہ ہوتے (معلوم ہوا کہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ حیات النبی کے قائل نہ تھے) اور یہ میلاد کی مجلس اور اجتماعات منعقد ہوتے دیکھتے تو کیا اس بدعت پر راضی ہوتے اور ان اجتماعات کو پسند فرماتے یا پسند نہ فرماتے؟ فقیر کا یقین یہ ہے کہ آپ ﷺ اس بدعت کو ہرگز منظور نہ فرماتے بلکہ انکار ہی فرماتے۔ فقیر کا مقصد تو صرف اطلاع دینا ہے قبول کریں یا نہ کریں، مجھے کوئی پرواہ نہیں اور جنگ کی کوئی ضرورت نہیں اگر وہاں کے مخدوم زادے اور احباب اسی وضع (اس بدعت) پر اصرار کریں تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے بجز محرومی کے کوئی چارہ کار نہیں فقط زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔

بریلویوں کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا فتویٰ:

مروجہ عید میلاد اور خواجہ علی ہجویری رحمہ اللہ کے عرس پر جو یار لوگ اور بے ریش لڑکے ٹرکوں، اونٹ گاڑیوں، بھینسا گاڑیوں اور گدھا گاڑیوں پر نعتیہ اشعار گاتے، ریکارڈنگ کرتے، ناچتے تھرکتے، دھمال ڈالتے اور لڈی مچاتے ہوئے جلوس نکالتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑے فخر سے رضوی اور بریلوی کہلاتے ہیں ان کی اطلاع اور اصلاح کے لیے عرض ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے نزدیک یہ ناپاک دھندہ مع اپنی تمام بدعت وخرافات کے نہ صرف حرام

[1] مکتوبات حصہ پنجم: ۲۲، مکتوب نمبر: ۲۰۳، بحوالہ فتاوی نذیریہ: ۱/۲۲۳

ہے بلکہ ہوس پرستی کے علاوہ حرام کو حلال بنانے کے مترادف بھی ہے حالانکہ وہ سنت کے ساتھ بدعت کی پیوندکاری میں بڑے ماہر تھے۔ان کا فتویٰ مع سوال یہ ہے۔

(مسئلہ ۲۹، ربیع الاخر شریف: ۱۳۲۰ھ) بعالی خدمت امام اہل سنت مجدد دین وملت معروض کہ آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب مسجد میں گیا بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے میں چلا گیا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقے سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہے اور چند اقوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی نعت کے اشعار اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ ﷺ اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے؟ اور یہ حاضرین جلسہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

جواب = ایسی قوالی حرام ہے حاضرین سب گناہ گار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ، وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا ان کے لیے ان گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا، اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے، اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے لہٰذا قوالوں کا گناہ بھی اس بلانے والے پر ہوا۔

[کما قالوا فی سائل قوی ذی مرة سوی ان الاخذ والمعطی اثمان لانهم لو لم یعطوا لما فعلوا فکان العطا و هو الباعث لهم علی الاستر سال فی التکدی والسوال و هذا کله ظاهرة علی من عرف القواعد الکریمیة الشریعة و باللّٰه التوفیق]

”جیسے کہا ہے فقہاء نے اس سائل کے بارے میں جو طاقت ور وتندرست ہو کہ ایسا خیرات لینے والا اور ایسے کو دینے والا دونوں گنہگار ہیں کیونکہ دینے والے اگر نہ دیں تو وہ بھی گداگری کا یہ مذموم کاروبار نہ کریں پس ان کی عطا ان کی گدا گری کا باعث بنی اور یہ سب قواعد شرعیہ جاننے والے پر ظاہر ہے اور توفیق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی ہے۔“

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

[مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَ مَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا] (1)

”جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا اتباع کریں ان سب کے برابر ثواب پائے اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں ان سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف نہ پائے گی۔“

باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں ازاں جملہ اجل و اعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

[لَیَکُوْنَنَّ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ

(1) رواہ الائمة احمد و مسلم والاربعة عن ابی ھریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه

وَالْمَعَازِفَ](۱)

''ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرم گاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔''

بعض جاہل بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث صحاح مرفوع محکمہ کے مقابلہ بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل، پھر کجا محرم کجا مبیح، ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح، گو ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے، یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں اپنے لیے حرام کو حلال بنالیں پھر اس پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان اللہ اکابر سلسلہ عالیہ چشت [قدست اسرارھم] کے سر دھرتے ہیں نہ اللہ سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی [سیدی ومولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہم وعنا بہم فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: ''مزامیر حرام است''(۲)

مفتی محمد شفیع صاحب کا فتویٰ:

یوم میلاد النبی ﷺ کے جلسے جن تقیدات وتعینات کے ماتحت ہو رہے ہیں یہ تو وہی محفل میلاد ہے جن کو نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے میرے نزدیک تو قدیم طرز کی عید میلاد یا مطلق محفل میلاد میں اور ان جلسوں میں کوئی فرق نہیں جس طرح وہ بدعت ہیں بلا شبہ یہ بھی بدعت

1. حدیث صحیح جلیل متصل و قد اخرجہ ایضاً احمد و ابوداؤد و ابن ماجة والاسماعیلی و ابو نعیم باسانید صحیحة لا مطعن فیہا و صححہٗ جماعة اخرون من الائمة کما قالہ بعض الحفاظ قالہ الامام ابن حجر فی کف السوعاع] (اخرجہ ایضاً احمد ابوداؤد ابن ماجہ و الاسماعیلی، و ابونعیم)
2. احکام شریعت، ص: ۶۰ تا ۶۳، حصہ اوّل

ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا کیا یہی حق امت پر ہے کہ سارے سال میں صرف ایک دن اور وہ بھی محض تماشے کے طور پر آپ ﷺ کا ذکر مبارک جھوٹے سچے رسالوں سے پڑھ دیا اور پھر سال بھر کے لیے فارغ ...... یہ جلسے بحالت موجودہ بالکل بدعت اور بہت سے منکرات پر مشتمل ہیں۔ اس لیے سرے سے ان جلسوں کی شرکت واہتمام والتزام بدعت ہے جن کا ترک ضروری ہے نئی نئی شریعتیں اور نئے نئے طریقے بجائے اصلاح کے ہمیشہ فساد کا ذریعہ بنتے ہیں امام مالک نے خوب فرمایا ہے یعنی جو چیز آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ تھی وہ آج بھی دین نہیں ہوسکتی۔“ ①

جشن عید میلاد النبی ﷺ پر ہونے والی گستاخیاں

رستہ روک کر چندہ مانگنا:

نبی ﷺ کا نام لے کر لوگوں کا رستہ روک کر یعنی رسے کے ساتھ گلی یا سڑک بند کر کے چندہ مانگا جاتا ہے اگر کوئی نہ دے تو اس پر آوازیں کسیں جاتی ہیں اور یہ کام کرنے والوں نے خود شاید کبھی بھول کر نماز بھی نہ پڑھی ہو اور ان میں سے کسی کے چہرے پر داڑھی بھی نہیں ہوتی جو کہ فرض ہے۔

یہ سب کچھ جو ہوتا ہے یہ نبی اکرم ﷺ کے نام پر ہوتا ہے کیا یہ آپ ﷺ کی گستاخی نہیں؟ اگر تم کہو یہ گستاخی نہیں تو دنیا دار کسی اعلیٰ عہدیدار کے نام پر اس طرح چندہ مانگ کر دیکھو ان شاء اللہ جلدی سمجھ آجائے گی۔

عیسائیوں نے بھی اپنے نبی ﷺ کے نام پر عید منائی ہے کرسمس ڈے وہ بھی مناتے ہیں لیکن ان عیسائیوں نے کبھی کسی کا رستہ نہیں روکا مگر یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود۔

نبی ﷺ نے ساری عمر اپنی ذات کے لیے کسی سے چندہ نہیں مانگا اپنے میلاد کے لیے

---

① فتاوی دار العلوم دیوبند: ۲/۱۷۴، ۱۷۵

چندہ مانگنا تو دور کی بات ہے لیکن یہ میلادی ہر طرف سے کمال ہی کرتے جا رہے ہیں یہ سب کچھ جشن عید میلاد النبی کی ہی ضوء افشانیاں ہیں۔ حالانکہ شریعت سلامیہ میں رستہ روکنا ہی گناہ ہے۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ] قَالُوا: يا رسول الله ! ما لنا بد من مجالسنا، نتحدث فيها، قال: [فَأَمَّا إِذَا أَبِيْتُمْ فَأَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهُ] ، قالوا: و ما حقه؟ قال: [غض الْبَصَرِ، وَ كَفُّ الْأَذٰى ، وَ رَدُّ السَّلَام، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْي عَنِ الْمُنْكَرِ]

''راستوں میں بیٹھنے سے بچو،صحابہ کرام نے عرض کی اے اللہ کے رسول! یہاں بیٹھنا ہماری مجبوری ہے، ہم آپس میں تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے ضرور ہی بیٹھنا ہے تو رستے کو اس کا حق دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، رستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نگاہ نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کرنا۔''

جب کہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کا نام لے کر لوگوں کو تکلیف دی جاتی ہے ہر راہ گیر کا رستہ روکا جاتا ہے۔ جو چندہ نہ دے اس کو گالی ،اور مختلف القابات سے پکارا جاتا ہے۔

''قدم قدم پر نافرمانیاں......قدم قدم پر گستاخیاں'' (العیاذ)

شیعہ کی نقالی میں بیت اللہ اور روضۂ رسول ﷺ کی شبیہ بنانا:

بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی مثلیں اور شبیہیں بنائی جاتی ہیں پھر ان کا طواف بھی کیا جاتا ہے ان کی زیارت کے لیے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور اسے کار ثواب سمجھا جاتا ہے۔ کیا یہ بیت اللہ اور روضۂ رسول کی توہین نہیں کوئی رسول اللہ ﷺ کے خاکے بنائے تو وہ لعنتی بے ایمان دنیا کی ہر گالی کا مستحق ،اور اگر مسلمان بیت اللہ کے خاکے بنائے ، روضہ رسول کے خاکے بنائے تو یہ کیا ہیں؟

ہزاروں لاکھوں روپیہ لگا کر کعبہ بناتے ہو، روضہ رسول بناتے ہو پھر ۱۲ ربیع الاول کے بعد اسے خود ہی مسمار کر دیتے ہو اگر یہ بنانا تعظیم تھا تو اب مسمار کرنا کیا ہے؟

اگر محبت تھی تو اب کیا ہے؟ یا اللہ اس قوم کو سمجھ عطا فرما یہ نہیں جانتی۔

پہاڑیاں بنانا:

پہاڑیوں کے نام پر بناوے، کتے، بلی، شیر چیتے کے مجسمے لا کر رکھے جاتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ان سے کیا تعلق تھا۔ پھر ان پہاڑیوں پر ڈیک لگا کر اونچی آواز سے گانے لگانا محبت یا عشق کی کونسی قسم ہے۔ یہ تو بریلویت ہی بتا سکتی ہے۔

قوالی گانا:

ڈھول کی تھاپ پر رسول اللہ ﷺ کا نام لیا جاتا ہے۔ قوالی گا کر رسول اللہ ﷺ کا نام لینا یہ آپ ﷺ کی گستاخی ہے۔

قوالی چار چیزوں کا مجموعہ ہے: (۱) قوال (۲) تالیاں (۳) ڈھول (۴) ساز باجا

اب ہم اس کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ اس کا حکم کیا ہے۔

۱۔ قوال: یہ قال یقول سے فعال کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے۔ قال یقول کا معنی ہے بات کرنا۔ اور قوال کا معنی ہے باتیں کرتے جانا کرتے جانا۔ یعنی بہت زیادہ باتونی یا بے مقصد، فضول ہذیان بکنے والا، قوال اپنی قوالی میں ہر ایک فقرے کے بعد منہ کھول کر بغیر کسی لفظ کے ادا کرنے کے آ آ اِی اِی کرتا ہے تو یہ فضول بے مقصد ہی اس کا بولنا ہوتا ہے اس لیے اسے قوال کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرے نمبر پر تالیاں ہیں، قوالی میں تالیاں بجائی جاتی ہیں۔ تالیوں کے متعلق قرآن کی بات سن لو۔ سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ (الانفال: ۳۵)

''اور نہیں ہے ان کی نماز بیت اللہ کے پاس مگر سیٹیاں اور تالیاں بجانا، پس تم چکھو عذاب اس وجہ سے کہ تھے تم کفر کرتے۔''

کافر بیت اللہ کے قریب آ کر تالیاں بجاتے سیٹیاں مارتے تو یہی کام قوال اپنی قوالی میں کرتے ہیں اور جشن عید میلاد النبی میں اہل حدیثوں کے مسجد کے سامنے حاسدانہ انداز سے اور بریلویوں کی مسجد کے سامنے عاشقانہ انداز سے یہی کام کرتے ہیں۔

۳۔ تیسرے نمبر پر قوالی میں ڈھول بجایا جاتا ہے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی سن لو۔

[عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيَّ أَوْ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسَرَ وَالْكُوْبَةَ وَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ]

''عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا اور ڈھول اور ہر نشہ آور چیز حرام کردی ہے۔''

۴۔ چوتھی چیز ساز ہے، ساز کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

[عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْجَرْسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ]

'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساز، میوزک، گھنٹی شیطان کا باجا ہے۔''

[عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَا تَصْحَبِ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ وَ لَا جَرْسٌ]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فرشتے اس قافلے کے رفیق نہیں بنتے جس کے ساتھ کتا اور گھنٹی ہو۔''

گھنٹی اس میوزک کا دسواں حصے جتنا بھی کام نہیں کرتی جو میوزک بڑے جدید قسم الیکٹرک آلات سے بجایا جاتا ہے جب گھنٹی کے رحمت والے فرشتے نہیں آتے جو

میوزک کے ساتھ قوالی گائی جا رہی ہو وہاں رحمت کے فرشتے کیسے آئیں گے۔

صحیح مسلم میں ہے:

[عن ابی سعید ن الخدری قال بینا نحن یسیر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بالعرج اذ عرض شاعر ینشد فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذوا الشیطان أو أمسکوا الشیطان لأن یمتلئ جوف رجل قیحا خیر لہ من أن یمتلئ شعرا] (مسلم)

''ابوسعید خدری سے روایت ہے ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ''عرج'' (نامی جگہ) سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک شعر کہنے والا سامنے آ گیا جو شعر پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شیطان کو پکڑ دو یا اس شیطان کا منہ بند کر دو۔ آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہ اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ اس کے پیٹ میں شعر جمع ہوں۔''

جب برے اور گندے شعر پڑھنے والا شیطان ہے اور اس شیطان کا منہ بند کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ دے رہے ہیں، جو گانے گائے، اور وہ بھی عشقیہ گانے جشن عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر، تو وہ کون ہو گا؟

رسول اللہ ﷺ کی گستاخی نہ کرو۔ مسلمانو! کچھ تو سوچو۔ رسول اللہ ﷺ کا پاکیزہ نام ساز باجے، ڈھول پر لینا کیا یہ گستاخی نہیں۔ ہم آپ کو گستاخانہ اعمال و افعال سے روکتے ہیں تو تم ہمیں برا کہتے ہو۔

﴿ و نصحت لکم ولکن لا تحبون النصحین ﴾

۱۴، وفات تسلیم کر کے جشن منانا:

جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی خود لکھتا ہے:

"نبی ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو ہے اور اسی میں وفات ہے۔" (ملفوظات)

اس سے معلوم ہوتا ہے بریلویت ۱۲ ربیع الاول کو وفات کا دن تسلیم کر کے جشن مناتے ہیں۔ وفات پر جشن منانا کیا یہ گستاخی نہیں؟ یہ گستاخیاں کون کر رہا ہے؟

عیاش پرستوں کی نقالی بلکہ ان سے بھی دو ہاتھ آگے:

دنیا دار عیاش پرست لوگوں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ جس بڑے آدمی کے یوم ولادت پر سالگرہ وغیرہ کے نام سے جشن مناتے ہیں اس دن اس کے فرمودات کو سنتے ہیں اس کے کریکٹر، کردار کو بیان کرتے ہیں مثلاً علامہ اقبال ڈے پر لوگ اس کے اشعار پڑھتے ہیں مشاعرے ہوتے ہیں۔ محمد علی جناح ڈے پر لوگ پاکستان کی تاریخ دہراتے ہیں اور اس کے فرمودات کا تذکرہ ہوتا ہے حالانکہ شریعت میں کسی کی ولادت ڈے کو منانے کا کوئی جواز نہیں یہ سب غیر مسلم قوموں کی نقالی ہے اس کو باوجود وہ لوگ اپنے بڑوں کے دن اس کی طرح پر ہی مناتے ہیں مسلمان کہلانے والوں نے غیر مسلموں کی نقالی جشن عید میلاد النبی منا کر کی ہے لیکن یہ ان سے بھی دو چار ہاتھ آگے نکل گئے ہیں انھوں نے امام کائنات کا نام لے کر ان کے یوم ولادت کے نام پر وہ کچھ کیا ہے جو آپ ﷺ کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے، انجیل میں آپ کی صفات اس طرح لکھی ہے: "وہ مکہ میں پیدا ہوگا مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرے گا اور اس کی حکومت ملک شام تک وسیع ہوگی وہ سخت طبیعت اور سخت دل نہیں ہوگا وہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا نہیں ہوگا۔"[1] جب آپ ﷺ کی سیرت بازاروں میں شور وغل کرنے والی نہیں تھی یہی پیشین گوئی اور یہی کردار تھا تو پھر آپ ﷺ کا نام لے کر آپ کی سنت اور سیرت کے خلاف کام کیوں کیے جاتے ہیں اس سے بڑھ کر بھی کوئی گستاخی کیا ہو سکتی ہے جس کے نام کا دن مناؤ اسی کے ہی الٹ اور مخالف کام کرو، تاکہ دنیا والوں کو بتایا جائے کہ آپ اس طرح کے تھے۔ (العیاذ باللہ) یعنی جشن عید میلاد النبی ﷺ منا کر یہ تاثر دیا جا

---

[1] قصص القرآن لابن کثیر، ص: ۷۰۵

ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اس طرح کرتے تھے لہٰذا ہم بھی انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ) اے امت مسلمہ! کچھ تو ہوش کے ناخن لو۔

عیسائیوں کی نقالی:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک پیش گوئی فرمائی تھی:

[لَيَاتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذَالِكَ۔ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً۔ قَالُوْا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! قَالَ: مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ] ①

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت پر وہی حالت آئے گی جو بنی اسرائیل کی حالت تھی۔ بالکل ایسے جیسے جوتے کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنو اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا تھا تو میری امت میں بھی ایسا (بد بخت) ہوگا جو یہ کام کرے گا۔ بے شک بنو اسرائیل بہتر (۷۲) جماعتوں میں تقسیم

① رواه الترمذی= كتاب الايمان: باب ما جاء فى افتراق هذه الامة، حديث مرعاة المفاتيح الشيخ عبيد الله المباركفورى وقال: وقد ظهر بما ذكرنا من الكلام فى احاديث هؤلاء الصحابة ان بعضها صحيح، وبعضها حسن، وبعضها ضعيف، وتحصل منه ان حديث افتراق الامة صحيح من غير شك۔ انظر مرعاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح- كتاب الايمان: باب الاعتصام بالكتاب والسنة/ الفصل الثاني لله۔ ورواه الطبراني فى الاوسط (٥/ ٤٦٠، ٨/ ٤٠٩) بتحقيق الدكتور محمد الطحان، وفى الصغير (١/ ٣٥٦) وفيه "مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِيْ

ہو گئے، جب کہ میری امت تہتر (۷۳) جماعتوں میں تقسیم ہوگی، سب کے سب آگ میں جائیں گے، سوائے ایک کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ (ایک) کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔"

عَنْ اَبِیْ عَامِرِ الْهَوْزَنِیِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّهُ قَامَ فِيْنَا فَقَالَ: اَلَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فِيْنَا فَقَالَ: [اَلَا اِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوْا عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَاِنَّ هٰذَا الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ۔ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ.] زَادَ ابْنِ يَحْيٰى وَعَمْرٌو فِيْ حَدِيْثِهِمَا وَاَنَّهُ سَيَخْرُجُ فِيْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ تَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَآءُ كَمَا يَتَجَارٰى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ " وَقَالَ عَمْرٌو: الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصَلٌ اِلَّا دَخَلَهُ]. ①

"ایک تابعی ابو عامر الھوزنی سیدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: خبردار! بلا شبہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: خبردار! بلاشبہ تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور بلا شبہ یہ ملت (امت محمدیہ) تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ بہتر (۷۲) تو جہنم کی آگ میں چلے جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ گروہ "جماعت" ہوگا...... ابن یحیٰی اور عمرو یہ الفاظ زیادہ روایت کرتے ہیں: میری امت میں ایسی قومیں نمودار ہونگی کہ جن میں خواہشات اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح ہڑک کی بیماری والے میں ہڑک

① سنن ابو داؤد= كتاب السنة: باب شرح السنة، رقم:٤٥٩٧: حديث حسن۔ انظر سلسلة الاحاديث الصحيحة رقم الحديث: ٢٠٤ وصحيح ابی داؤد رقم الحديث: وصحيح الجامع الصغير: رقم الحديث: ٢٦٤١ ورواه احمدُ فِي الْمُسْنَد اَيْضاً

سرایت کر جاتی ہے (حدیث میں [الْكَلَب] یہ کاف اور لام کے فتح کے ساتھ ہے، کتے کے کاٹنے سے جو بیماری پیدا ہوتی ہے اسے [كَلَبٌ] کہتے ہیں۔ اردو میں اسے ہڑک کہتے ہیں۔) ہڑک ایک خطرناک بیماری ہوتی ہے جس میں مریض پاگل سا ہو جاتا ہے، پانی پینا چھوڑ دیتا ہے اور بالآخر پیاسا مر جاتا ہے۔ یہ بیماری اس مریض کے رگ وریشہ میں سرایت کر جاتی ہے)۔ عمرو نے کہا: ہڑک کی بیماری والے کی کوئی رگ اور جوڑ نہیں بچتا مگر یہ بیماری ہر رگ اور جوڑ میں داخل ہو جاتی ہے۔"

آج مسلمان کہلانے والوں نے اس پیش گوئی کو پورا کر کے دکھایا۔ عیسائیوں نے ۲۵ دسمبر کو عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا دن کہا۔ جب کہ اس کے لیے ان کے پاس کوئی مستند دلیل نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں نے ۱۲ ربیع الاول کو رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا دن کہا ہے جب کہ ان کے پاس بھی اس کی کوئی مستند دلیل نہیں۔ عیسائیوں نے ۲۵ دسمبر کو عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر عید کا دن منایا۔ مسلمانوں نے ۱۲ ربیع الاول کو رسول اللہ ﷺ کے نام پر عید کا دن منایا۔

اس بات کا اعتراف خود بریلویت کو ہے کہ ہم عیسائیوں کی نقالی میں عید میلاد مناتے ہیں وہ اس سے منحرف نہیں ہو سکتے۔ مفتی احمد یار خان "جاء الحق" میں لکھتا ہے۔ آج بھی اتوار کو عیسائی اسی لیے عید مناتے ہیں کہ اس دن دستر خوان اترا تھا اور حضور علیہ السلام کی تشریف آوری اس مائدہ سے بڑھ کر نعمت ہے لہٰذا ان کی ولادت کا دن بھی یوم العید ہے۔

مفتی صاحب بتا رہے ہیں عیسائیوں کی عید ہو سکتی ہے تو ہماری کیوں نہیں ہو سکتی۔

قرآن وحدیث میں ثبوت نہیں، گھر کی شہادت:

بریلویت کو خود اس بات کا اعتراف ہے کہ قرآن وحدیث میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کا ثبوت نہیں، "جشن عید میلاد النبی ﷺ" تالیف علامہ ڈاکٹر سید محمد علوی مالکی، ترجمہ: علامہ یٰسین اختر مصباحی اعظمی (بھارت) نے لکھا ہے: میلاد کی محفل عہد رسالت میں نہیں ہوا کرتی تھی اس لیے یہ بدعت تو ہے لیکن بدعت سیئہ ہے کیونکہ دلائل شرعیہ اور قواعد کلیہ کے تحت یہ

داخل ہے اس لیے یہ صرف اپنی ہیئت اجتماعی کے اعتبار سے بدعت ہے اپنے افراد کے اعتبار سے نہیں کیونکہ اس کے افراد عہد نبوی میں پائے جاتے تھے۔ ①

غور کرو! بدعت کو جائز کہنے والے کس طرح محبتیں کر کے امت میں بدعت کو جاری کر رہے ہیں اس طرح تو کوئی بدعت نہیں رہے گی۔ مولوی صاحب کوئی آدمی نکاح کے موقع پر اذان کہہ دے اور پھر اس کی دلیل آپ والی پیش کر دے تو تمہارے نزدیک اس کا کیا جواب ہوگا؟ بریلویوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اس لیے تو وہ ہر نئے کام کو جاری بھی کرتے ہیں اور پھر اس پر ایسی دلیلیں بھی پیش کرتے ہیں۔

طاہر القادری نے ''میلاد النبی'' میں یہ سرخی قائم کی ہے: ''یہ عید عید مسرت ہے شرعی عید نہیں'' غلام رسول سعیدی بریلوی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ فرماتے ہیں:

''سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین نے محافل میلاد نہیں منعقد کیں بجا ہے۔'' ②

بریلویت کو خود اس بات کا اقرار ہے کہ جشن عید میلاد کا وجود قرآن وحدیث میں نہیں۔ اسی سے تو مذکورہ بالا اقوال اور بیان دے رہے ہیں۔ جو چیز کتاب وسنت میں ہو کیا وہ بدعت ہوتی ہے؟ کیا اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں کیا اس کے متعلق یہ کہتے ہیں: یہ شرعی نہیں۔ صحابہ اور تابعین نے منعقد نہیں کیں۔ [فَاعْتَبِرْ وَ لَا تَكُنْ مِنَ الْبَرِيْلَوِيَّةِ]

جشن عید میلاد النبی ﷺ کو ثابت کرنے کے لیے آیات میں معنوی تحریف:

جشن عید میلاد النبی ﷺ کو ثابت کرنے کے لیے بریلویت نے آیات میں معنوی تحریف کی ہے جس کی مثالیں آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہیں۔: طاہر القادری نے بالکل واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے: '' جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کتاب کے صفحہ ۱۰۳ سطر ۶، ۷ پر لکھتا ہے: یہاں رحمت اور فضل سے مراد حضور ﷺ ہیں؟

---

① رسائل میلاد النبی، ص: ۲۰۶، جمع و ترتیب: صلاح الدین سعیدی

② شرح صحیح مسلم: ۱۷۹/۳

کی ولادت پر اللہ تعالیٰ خوشی منانے کا حکم دے رہے ہیں۔ جن کی ولادت پر اللہ تعالیٰ خوشی منانے کا حکم دے رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ پر صریح بہتان ہے، پورے قرآن سے کسی ایک آیت میں یہ لفظ دکھا دیں جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی ولادت پر خوشی منانے کا حکم دیا ہو، تو پھر یہ بہتان لگانے کے جرم سے بچ سکتا ہے ورنہ اس کبیرہ گناہ کی دنیا میں ہی معافی مانگ لے تو اس کی آخرت کے لیے بہتر ہوگا۔

احمد رضا خاں نے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں پر بہتان لگایا ہے:

رسائل میلاد النبی ﷺ جس کو صلاح الدین سعیدی نے ترتیب دیا ہے اس کے ص: ۳۲ پر المیلاد النبویۃ فی الالفاظ الرضویۃ میں احمد رضا خان لکھتا ہے:

"یہ ہے مجلس جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا ملک وملکوت میں محفل میلاد تھی عرش پر محفل میلاد فرش پر محفل میلاد، ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی۔ خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں، سر جھکائے کھڑے ہیں، جبریل ومیکائیل حاضر ہیں اس دولہا کا انتظار ہو رہا ہے جس کے صدقے میں یہ ساری بارات بنائی گئی ہے۔"

بریلویت کو اپنی اصلاح کے لیے میرا مشورہ ہے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے یہ الفاظ ثابت کریں ورنہ اس بہتان سے تائب ہو جائیں احمد رضا خان صاحب تو وفات پا چکے ہیں اوران کی بہتری کے لیے بھی سوچیں۔

کیا ﴿فَلْيَفْرَحُوا﴾ جشن عید میلاد النبی ہے؟

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾

اس آیت کے متعلق بریلویوں کے مفتی احمد یار نعیمی صاحب "جاء الحق" میں لکھتے ہیں:

"رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ﴾ یعنی اللہ کے فضل ورحمت پر خوب خوشیاں مناؤ" معلوم ہوا کہ فضل الٰہی پر خوشی منانا حکم الٰہی ہے اور

حضور علیہ السلام رب کا فضل بھی ہیں اور رحمت بھی، لہٰذا ان کی ولادت پر خوشی منانا اسی آیت پر عمل ہے اور چونکہ یہاں خوشی مطلق ہے (لہٰذا) ہر جائز خوشی اس میں داخل ہے۔''[1]

جواب= چونکہ یہاں خوشی مطلق ہے لہٰذا ہر جائز خوشی اس میں داخل ہے۔ یہ الفاظ خود ہی بتا رہے ہیں آیت قرآنی میں جشن عید میلاد النبی کا کوئی ثبوت نہیں۔ اسی لیے تو مفتی صاحب کو ''لہٰذا'' کا لفظ استعمال کرنا پڑا ہے بس اس میں خوشی کا ذکر ہے جلدی سے اس کو پکڑ کر اپنے ماننے والوں کے سامنے پیش کردو اور پھر اپنے زور بیان سے یا الفاظ کے پیچ وتاب میں لا کر عوام کو مطمئن کردو۔

آپ دیکھیں کس طرح اس آیت میں معنوی تحریف کی گئی ہے۔ ﴿فَلْيَفْرَحُوا﴾ کا معنی ''خوش ہو جاؤ'' ہے، نہ کہ خوشی مناؤ۔ یعنی اللہ کے فضل ورحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔ یہ تحریف معنوی ہے خوشیاں مناؤ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ خوش ہونے اور خوشی منانے میں بہت فرق ہے۔ انسان ہر روز کسی نہ کسی بات پر خوش ہوتا ہے دنیاوی فائدے کو پا کر اسے خوشی کا احساس ہوتا ہے اس کے جذبات خوشی کا اظہار کرتے ہیں لیکن اگر کوئی کہے کہ وہ خوش نہیں ہوتا بلکہ خوشی مناتا ہے تو اس کا یہ کہنا حد درجہ غلط ہوگا۔

خوشی تو دلی کیفیت کا نام ہے جو ہمارے قلوب میں کسی اچھے خیال، سوچ یا انعام کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اس خوشی کا اظہار مختلف نوعیت کا ہوسکتا ہے اور سب سے بہتر اظہار اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کا شکر ادا کرنا ہی ہے کیوں کہ اللہ ہی تو ہے کہ جس کی رحمت کی بدولت ہمیں وہ خوشی نصیب ہوئی۔

اگر مفتی صاحب اسی بات پر بضد ہیں کہ خوشی منانے کا حکم ہے تو پھر یہ بتائیں سال میں ایک مرتبہ منانے کا حکم آپ نے کسی لفظ سے نکال لیا۔

اسلام نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے نام سے دو عیدیں ہمیں عطا کیں اور انہیں منانے

---

[1] جاء الحق، ص: ۲۳۳

کے طریقہ کی تعلیم بھی دی ہے اگر جشن میلاد کا تصور بھی اسلام میں ہوتا تو دین اسلام اس کے متعلق بھی ہماری ضرور راہنمائی کرتا۔

﴿فَلْيَفْرَحُوْا﴾ امر کا صیغہ ہے اور امر فرض اور وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اگر اس سے مراد عید منانا ہے یا جشن عید میلاد النبی ﷺ ہے تو پھر اسے فرض ہونا چاہیے لیکن بریلویت خود اس کو فرض نہیں مانتی جیسا کہ قرآن وحدیث میں ثبوت نہیں والی سرخی میں بریلویت کے گھر سے شہادت موجود ہے۔ سبحان اللہ! علم کا حال تو یہ ہے ﴿فَلْيَفْرَحُوْا﴾ سے دلیل بن گھڑ رہے ہیں اور اس پر بدعت حسنہ کا حکم بھی لگا رہے ہیں۔

اگر ﴿فَلْيَفْرَحُوْا﴾ سے جشن منانا ہی مراد لیا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا اللہ تعالیٰ نے ﴿فَلْيَفْرَحُوْا﴾ کہہ کر صحابہ کو جشن میلاد منانے کی تلقین کی تھی مگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی اس حکم ربانی کو سن کر اس پر عمل کرتے ہوئے جشن میلاد نہ منایا۔ مولوی غلام رسول سعیدی نے لکھا ہے: ''سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین نے محافل میلاد منعقد نہیں کیں بجا ہے۔'' (شرح صحیح مسلم: ۱۷۹/۳) معلوم ہوا کہ اس سے مراد جشن میلاد نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور مناتے۔

اس آیت میں تو یہ بیان ہو رہا ہے کہ آپ کے پاس قرآن آیا ہے جو پروردگار کی طرف سے نصیحت ہے، ہدایت، سینوں میں وساوس پیدا ہوتے ہیں ان کی شفاء ہے مومنین کے لیے رحمت ہے کفار اس سے محروم ہیں وہ دنیا کا مال ومتاع اکٹھا کرنے کے چکروں میں ہے، آپ اس نعمت پر خوش ہو جائیں، یہ نعمت کفار کی جمع پونجی سے بہتر ہے دونوں آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ○ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ○﴾

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت آئی ہے اور

اس (بیماری) کی شفاء (آئی ہے) جو سینوں میں ہوتی ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت (آئی ہے) کہو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے پس چاہیے کہ اسی سے خوش ہوں یہ اس چیز سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔''[1]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کی طرف **''موعظہ''** نصیحت بھیجی جو کہ ایمان لانے والوں کے لیے منبع ہدایت ہے اس لیے مومنین کو اس نصیحت کے پہنچ جانے کے بعد خوش ہو جانا چاہیے۔ یہ نصیحت ہی تو ہے جو قرآن وحدیث کی شکل میں لوگوں تک پہنچ کر ان کے اعمال وافعال، ان کے کردار کو بدل کر ان کے لیے جنت کی خوشخبری کا سامان بنی۔ ہم چاہتے تو یہ نصیحت تمہیں نہ بھی عطا فرماتے اور تم اسے حاصل کیے بغیر ہی زندگی گزار دیتے۔ مگر یہ ہمارا احسان ہے کہ ہم نے تمہیں اس نعمت سے نوازا۔ پھر تمہیں اسے قبول کرنے کی ہدایت بخشی۔ اس ہدایت کے ملنے اور اس نصیحت کے پہنچ جانے کے بعد تمہیں اس پر مسرت ہونی چاہیے۔ تمہارے دل و دماغ میں سرور کی لہر دوڑ جائے کہ ہم دنیا کی ظلمتوں اور باطل کی بے راہ رویوں سے نکل کر اس نصیحت کی وجہ سے صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

اگر یہاں ﴿فَلْيَفْرَحُوا﴾ کا معنی عید منانا ہے تو پھر سیاق وسباق کے اعتبار سے اس آیت کا یہ مطلب ہے، عید قرآن مناؤ، تو کیا کسی صحابی نے عید قرآن منائی ہے یا نبی ﷺ نے اس طرح کیا ہے، یا شریعت میں کوئی عید قرآن نام کی کوئی عید ہے؟ جب یہ چیزیں شریعت میں نہیں تو پھر لامحالہ ماننا پڑے گا اس کا مطلب عید یا جشن منانے کا قطعاً نہیں۔

[فرح] کا معنی جشن منانا، عید منانا، یعنی جلوس نکالنا، کس نے کیا ہے؟ عربی لغت سے پوری بریلویت اس کا معنی یہ ثابت کرنے کے لیے میلاد پر خرچ ہونے والا روپیہ بھی لگا دے تو بھی اس کا معنی جشن منانا عید منانا یعنی جلوس نکالنا ثابت نہیں کرسکتی۔ ان شاء اللہ۔

---

[1] ۱۰۔۵۷، ۵۸، ترجمہ مرزا حیرات دهلوی

قرآن مجید فرح والی آیات اور ان کے معانی:

﴿فَلْیَفْرَحُوْا﴾ کا مادہ ''فرح'' ہے اس کے مشتقات قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں لیکن کسی جگہ پر بھی اس کا معنی عید یا جشن منانا بالکل نہیں۔ آیات ملاحظہ فرمائیں:

غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کے دلی خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

۱۔ ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا ......﴾

''پیچھے رہ جانے والے اس پر خوش ہوئے۔'' (التوبہ:۸۱)

کیا منافقین نے اس پر عید منائی تھی؟ جلوس نکالا تھا؟ نعرے بازی کی تھی، بازاروں میں نکل کر بھنگڑے ڈالے تھے؟

ایک جگہ فرمایا: اگر ہم انسان کو نعمت دے کر چھین لیں تو وہ ناشکرا ہوتا ہے اور اگر کسی مصیبت کے بعد نعمت دنیا سے نوازیں تو:

۲۔ ﴿اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ﴾(ھود:۱۰) ''بے شک وہ خوش ہونے والا بڑائی مارنے والا ہے۔''

تو کیا اس آیت کی رو سے انسان نعمت ملنے پر عید مناتا ہے۔

۳۔ ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾(الروم:۳۲)

''ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اسی پر خوش ہے۔''

تو کیا یہاں بھی فرحت سے عید منانا ہی تسلیم کریں گے؟ جب کہ خود مفتی صاحب اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں ہر فرقہ اپنے جھوٹ کو سچ اور باطل کو حق سمجھ کر خوش ہو رہا ہے۔ نور العرفان، ص:۶۵۰ لکھتا ہے۔ لگتا ہے مفتی صاحب بھی یہی کام کر کے خوش ہوتے ہیں۔

۴۔ ﴿وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ﴾(الشوریٰ:۴۸)

''اور جب آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں اس پر خوش ہو جاتا ہے۔''

۵۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾

''تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس دنیا کا علم تھا۔'' (المومن:۸۳)

۶۔ ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا ﴾ (الانعام:٤٤)

''یہاں تک جب وہ خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا۔''

۷۔ ﴿ وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ ﴾(الرعد:٢٦)

''اور کافر دنیا کی زندگی پر اترا گئے۔''

۸۔ ﴿وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا ﴾ (یونس:٢٢)

''اور وہ اچھی ہوا سے انہیں لے کر چلیں اور اس پر خوش ہوئے۔''

۹۔ ﴿ وَ يَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ ﴾(التوبة:٥٠)

۱۰۔﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾ (القصص:٧٦)

''بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

قرآن حکیم کے یہ مقامات عشرہ جن کا ترجمہ ہم نے مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا نقل کیا ہے اگر کسی بریلوی علامہ فہامہ میں جرأت ہے تو ان میں ﴿فَرِحُوْا﴾ کے لفظ کا معنی عید منانا ثابت کرے۔ معلوم ہوا کہ بریلویت کا ''فرح'' کا معنی عید کرنا اپنی طرف سے اختراع اور من گھڑت ہے۔ (مولانا داؤد راشد حفظہ اللہ)

تحدیث نعمت اور جشن میلاد النبی:

﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ اس آیت کے متعلق مفتی احمد یار نعیمی لکھتا ہے:

'' اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو، اور حضور علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے کہ رب تعالیٰ نے اس پر احسان جتایا ہے اس کا چرچا کرنا اسی آیت پر عمل ہے۔''①

① جاء الحق ،ص:٢٣١

جواب= آپ اندازہ لگائیں مفتی صاحب نے کسی طرح آیت کو اپنے عقیدے اور منہج کی طرف پھیرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں کس لفظ کا مطلب ہے جشن مناؤ، عید مناؤ، اگر اس آیت کا یہی مطلب ہے جو بریلوی حضرات نکال رہے ہیں پھر تو وہ اس آیت پر سال میں صرف ایک مرتبہ جشن عید منا کر عمل کرتے ہیں باقی تمام دنوں میں ان کا اس آیت پر عمل نہیں ہوتا۔

کچھ تو خدارا انصاف کی بات کیجیے۔ یہاں تحدیث نعمت کا ذکر ہے نا کہ نبی ﷺ کے یوم پیدائش کے روز عید منانے اور جلوس نکالنے کا۔

﴿ وَ أَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾ کیا یہ محفل میلاد ہے؟

رسائل میلاد النبی ﷺ جس کو صلاح الدین سعیدی نے ترتیب و تدوین کیا ہے: اس کے صفحہ ۲۸ پر "المیلاد النبویه فی الالفاظ الرضویة" رسالہ میں احمد رضا خان لکھتا ہے: اپنے رب کی نعتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے مجلس میلاد آخر وہی شئی ہے جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے: ﴿ وَ أَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾ اس عبارت میں احمد رضا خان نے اللہ تعالیٰ پر بہتان لگایا ہے: جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے۔ اگر ﴿فَحَدِّثْ﴾ میں جشن عید میلاد النبی یا مجلس میلاد کا حکم ہے تو پھر آپ ﷺ کی سیرت سے احمد رضا خان یا اس کا کوئی مقلد اس کو پیش کرے کہ نبی ﷺ نے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے مجلس میلاد منعقد کی ہو یا جلوس نکالا ہو یا...... وہ سب کچھ کیا ہو جو کچھ بریلویت کرتی ہے۔

''جشن بہاراں'' تالیف پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد اس میں لکھا ہے: یقیناً اللہ رب العزت نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ ان میں ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہی نہیں بلکہ انعام واحسان عظیم کا چرچا کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: ''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔'' (الضحیٰ:۱۱) چرچا بھی کرو، خوشیاں بھی مناؤ، شادیاں بھی رچاؤ۔[1]

---

[1] رسائل میلاد النبی ﷺ، ص: ۲۳۰۔

دیکھو! بریلویت کس طرف لے کر جا رہی ہے شادیاں بھی رچاؤ۔ جشن عید میلاد النبی پر شادیاں رچانے کا مطلب ..... ڈاکٹر مسعود صاحب سے گزارش ہے خود اسے واضح کر دیں، کہیں اندر کھاتے کچھ اور کام ہی تو نہیں۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: [مَا عَلِمْتَ مِنْ خَيْرٍ فَحَدِّثْ إِخْوَانَكَ] [1]

"یعنی جو بھلائی کی باتیں آپ کو معلوم ہیں وہ اپنے بھائیوں سے بیان کرو۔"

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں جس نعمت کا ذکر ہے وہ آپ کی نبوت اور آپ ﷺ کو ملنے والے احکام شریعت ہیں۔

نبی ﷺ کی نبوت کی تشہیر کرنی، آپ پر ایمان لانے کی دعوت دینی، کفار کو اسلامی تعلیم بیان کر کے حقانیت اسلام واضح کرنے کو عید میلاد سے کیا نسبت ہے، یار لوگوں کا باوا آدم ہی نرالا ہے کہ اس سے عید میلاد کے جلوس پر استدلال کیا جا رہا ہے۔ بریلویت مسلکی دفاع کی وجہ سے قرآن فہمی سے بالکل عاری دکھائی دیتے ہیں۔

تین کے مقابلے میں تین:

آپ اس آیت کو سیاق کے حوالے سے دیکھیں، اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں پہلے تین چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ سے ہے:

﴿ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝﴾

"کیا اس نے تجھے یتیم نہ پایا، پس جگہ دی اور تجھے راستے سے ناواقف پایا تو راستہ دکھایا اور تجھے تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اپنے تین انعامات بیان کیے ہیں اس کے بعد ان انعامات کا جو تقاضا اور جو فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کا ذکر کر کے

[1] ابن کثیر: ٤/٥٢٤

آپ کو اپنے فریضہ کی یاد دہانی کراتے ہیں۔

﴿اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی﴾ کے مقابلے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ "پس جو یتیم ہے اس پر سختی نہ کر۔" ﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی﴾ کے مقابلے میں فرمایا ﴿وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ "اور جو سوال کرنے والا ہے اسے مت جھڑک۔" ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴾ کے مقابلے میں فرمایا: ﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ "اور اپنے رب کی نعمت کو پس آپ بیان کریں۔" اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت عطا فرمائی ہے جو پہلے آپ کے پاس نہیں تھی تو یہاں جس تحدیث نعمت کا اللہ تعالیٰ حکم دے رہے ہیں وہ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت ہے یعنی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغامات لوگوں کو بیان کریں۔

یہ ان آیات کا صاف سیدھا مطلب ومفہوم ہے لیکن بریلوی حضرات کس طرح اس کے مطلب کو بگاڑ کر اپنے مذموم اور مذعوم عقائد کی ترویج کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

مائدہ آسمانی اور جشن عید میلاد النبی ﷺ:

تیسری آیت جس میں بریلویت نے تحریف کی ہے۔

مفتی احمد یار نعیمی لکھتا ہے: "عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی: ﴿رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا﴾ معلوم ہوا کہ مائدہ آنے کے دن کو حضرت مسیح علیہ السلام نے عید کا دن بنایا آج بھی اتوار کو عیسائی اسی لیے عید مناتے ہیں کہ اس دن دستر خوان اترا تھا اور حضور علیہ السلام کی تشریف آوری اس مائدہ سے بڑھ کر نعمت ہے لہٰذا ان کی ولادت کا دن بھی یوم العید ہے۔

بریلوی حضرات کے پروفیسر حبیب اللہ چشتی نے ایک رسالہ لکھا ہے "جشن میلاد النبی ﷺ کا انکار کیوں؟" جسے مکتبہ جمال کرم لاہور نے چھاپہ ہے۔ اس نے بھی اس آیت کو پیش کرنے کے بعد لکھا: گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مائدہ اترنے کے دن کو یوم عید قرار دے رہے ہیں۔

جواب= مفتی احمد یار صاحب نے اس آیت میں بڑی واضح تحریف کی ہے: اس

عبارت پر غور کرو: معلوم ہوا کہ مائدہ آنے کے دن کو حضرت مسیح علیہ السلام نے عید کا دن بنایا۔

دو بہتان:

میرے بھائیو! آیت میں یہ ہے: ''اے ہمارے پروردگار ہم پر مائدہ اتار آسمان سے جو ہمارے لیے عید ہو۔'' ﴿تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا﴾ یہاں کس لفظ کا ترجمہ، مطلب یا مفہوم ہے کہ اس دن کو عید بنائیں؟ عیسیٰ علیہ السلام تو کہہ رہے ہیں وہ مائدہ ہمارے لیے عید ہو اور بریلوی حضرات کہہ رہے ہیں: ''اس دن کو ہم عید بنائیں۔''

مائدہ کو عید کہنا اور بات ہے، دن کو عید کہنا اور بات ہے۔ بریلویت نے اس آیت میں [یوم] کا اضافہ بھی کیا ہے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام پر بہتان بھی لگایا ہے: گویا حضرت عیسیٰ مائدہ اترنے کے دن کو یوم عید قرار دے رہے ہیں۔ پھر اسی بات بہتان اور تحریف پر انھوں نے عید میلاد النبی کو ثابت کیا ہے مفتی صاحب کی اس عبارت پر غور کرو۔ لہٰذا ان کی ولادت کا دن بھی یوم العید ہے۔ سبحان اللہ! جس مسلک نے اپنی نشانی ہی جشن عید میلاد النبی ﷺ کو بنایا ہوا ہے اس مسلک کے پاس اس کو ثابت کرنے کے لیے ''لہٰذا'' اگر یہ ہے تو پھر یہ ہے'' ''اگر ابولہب نے منائی تو پھر ہم کیوں نہ منائیں جیسی بے بنیادی دلیلیں ہیں'' بنیاد خودساختہ عمارت بے ساختہ''...... ''وہ شاخ ہی نہ رہی جس پر آشیانہ تھا۔''

آپ نے دیکھ لیا کتنی واضح تحریف بریلویت نے کی ہے۔ صرف اپنے جشن کو پورا کرنے کے لیے۔ دماغ میں جب پہلے سے ہی ایک بات انسان مقرر کر لے پھر اس کے مطابق آیتیں تلاش کرنی شروع کر دے تو پھر آیتوں کا حال اسی طرح کرتا ہے۔

تو جب آیت یہ بتا رہی ہے کہ وہ مائدہ عید ہے۔ نہ کہ وہ دن عید کا تو پھر لامحالہ اس سے یہی بات مراد ہے کہ اس دسترخوان کے نزول کی ایک دلی خوشی ہے جو کسی بھی نعمت پر انسان کو حاصل ہوتی ہے عیسیٰ علیہ السلام تو کہہ رہے ہیں وہ ''مائدہ'' ہمارے لیے عید ہو اور آپ کی طرف سے نشانی ہو۔ لیکن بریلویت کہتی ہے: وہ دن عید کا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے من اور سلویٰ آسمان سے نازل کیا ہے اور پھر اسے نعمت قرار دے کر اس کے شکریے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے جو بریلویت کو ہرگز قبول نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے شکر کو عبادت قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھا کر اس کا شکر کرنا، اس کی عبادت کرنا، اس کی بندگی بجالانا، اسے کہتے ہیں نعمت کی قدر، نعمت کی خوشی۔ لیکن بریلویت نے نعمت کی خوشی کا مطلب ہی یہ بنالیا ہے۔ بازاروں میں جلوس نکالنا، قوالیاں گانا، ڈھول کی تھاپ پر رقص کرنا وغیرہ۔''

چوتھی آیت:

بریلوی حضرات نے ﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ میں بھی تحریف کر کے اس سے جشن عید میلاد النبی کا ثبوت فراہم کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے وعدہ لیا کہ اگر تمہاری زندگی میں محمد رسول اللہ ﷺ آ جائیں تو آپ نے ان پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنی ہے اور ان کی تائید کرنی ہے۔

لہٰذا اس کام کے لیے ہمیں جشن عید میلاد النبی ﷺ منانا چاہیے جس سے آپ ﷺ کی تائید ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کی نصرت ہوتی ہے۔

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری نے ''حقیقت عید میلاد النبی'' میں سرخی منعقد کی ہے۔ ''محفل میلاد سنت الٰہی ہے۔'' پھر اس کے ذیل میں لکھا ہے پہلی محفل میلاد خود باری تعالیٰ نے منعقد فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ترجمہ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا...... ترجمہ کے بعد پھر لکھتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ کے ذکر کے لیے اجتماع کرنا سنت الٰہیہ ہے۔ [1]

---

[1] رسائل میلاد النبی، ص: ۲۹۰

جواب= محفل میلاد سنت الٰہی ہے یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے اس آیت میں کہاں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی ولادت کے وقت محفل کا انعقاد کیا تھا یا ولادت کی تاریخ کو محفل کا انعقاد کیا تھا؟ سید قادری اس کو ثابت کریں بصورت دیگر یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے جس کی جسارت یہ کر رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہ السلام سے یہ عہد لیا ہے، تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت پر جشن عید میلاد النبی کا انعقاد کیا جائے۔

اس آیت میں یہ ہے اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے یہ عہد لیا ہے کہ اگر ایک کی زندگی میں دوسرا پیغمبر آ جائے تو ﴿ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ﴾ تم نے اس پر ضرور ایمان لانا ہے اور اس کی مدد کرنی ہے۔ اس آیت میں ''رسول'' نکرہ ہے۔ ''کوئی رسول'' اور پھر اس آیت سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے محفل میلاد منعقد کی تھی۔ عالم ارواح میں سب پیغمبر موجود تھے وہاں تو ولادت والی بات ہی نہیں۔ اگر اس آیت سے محفل میلاد ثابت ہوتی ہے تو پھر اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ ﴿ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع آدم، پوری انسانیت سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا ہے۔ اگر انبیاء سے کسی رسول کی رسالت کا عہد لینے سے یہ محفل میلاد ثابت ہوتی ہے تو ربوبیت کا عہد لینے سیکیا ثابت ہوتا ہے بریلویت اس سے بھی کوئی نکتہ نکالے کسی کا میلاد اس آیت سے بھی نکالے آخر یہاں بھی وہی الفاظ ہیں جو اس آیت کے الفاظ ہیں: ﴿ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ ...... ﴾ جب بریلویت اس آیت سے کسی کا محفل میلاد ثابت کر کے عوام کے سامنے پیش کرے گی تو پھر اسے محفل میلاد کی جلد سمجھ آ جائے گی۔ کچھ تو خوف رکھو آخر اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے کیا عہد لینے سے محفل میلاد ثابت ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اگر ایک کی موجودگی میں دوسرا پیغمبر آ جائے تو اس پر ایمان لانا ہے بریلوی کہتے

ہیں، جشن منانا، کیا جشن کا عید پہ ایمان ہے؟

پانچویں آیت:

بریلوی حضرات جشن عید میلاد النبی ﷺ کو ثابت کرنے کے لیے اس آیت سے بھی اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں: ﴿وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا﴾ ''عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے یوم ولادت کا ذکر کرکے اپنے اوپر سلام بھیجا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام پر ان کی ولادت کے دن سلام بھیجا ہے۔ ﴿وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا﴾ لہٰذا ہمارے نبی ﷺ کا مقام ومرتبہ ان سے بلند ہے ہمیں آپ کی ولادت پر جشن عید منانا چاہیے۔

جواب= ان آیات میں بریلویت نے یوم ولادت کا ذکر دیکھ کر فوراً اسے اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرلی کہ اس سے بھی میلاد مصطفیٰ ثابت ہوتا۔ اور پھر میلاد مصطفیٰ کا نام لے کر اپنا جشن اور مشن پورا کرلیا اور اسے عشق مصطفیٰ کا نام دے دیا تاکہ اس طرح اہل اسلام کا رجحان عیاشی کی طرف بڑی جلدی سے ہو جائے گا۔

اس آیت میں عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام پر سلام کا ذکر ہے لیکن اس سے نبی ﷺ کی ولادت کے نام پر جشن اور عید کا ثبوت کیسے ہوگیا۔ پھر اس آیت میں یوم ولادت اور یوم وفات دونوں کا ذکر ہے۔ لہٰذا بریلویت وفات پر بھی جشن منائے اور جشن وفات النبی ﷺ کے بینرز اور اشتہار چھپوا کر باہر سڑکوں پر آ جائیں اور جلوس نکالیں اور پورے جوبن پہ آ کر جشن منائیں تاکہ ساری دنیا کو پتہ چل جائے وفات النبی ﷺ پہ جشن منایا جا رہا ہے، عید منائی جارہی ہے اور اگر کوئی اہل اسلام میں سے پوچھے گا تو منہ کھول کر کہہ دینا قرآن میں آتا ہے: ﴿وَ یَوْمَ یَمُوْتُ﴾ ﴿وَ یَوْمَ اَمُوْتُ﴾ پھر دیکھنا عوام آپ کو کیا جواب دیتی ہے اور ﴿وَ السَّلٰمُ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ﴾ اور ﴿وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ﴾ کی بھی سمجھ آ جائے گی۔

ویسے لگتا یہی ہے کہ بریلویت اندر کھاتے خوشی اور جشن نبی ﷺ کی وفات کا ہی مناتے

ہیں کہ اچھا ہوا آج وہ چلا گیا جو ہمیں اپنے حکموں پر عمل کرنے کا پابند کرتا تھا اللہ تعالیٰ کے احکام بتا کر ان کی پابند پر جکڑنا چاہتا تھا اچھا ہوا وہ چلا گیا ہے ہم آزاد ہو گئے ہیں جو مرضی کریں جشن منائیں عیاشی کریں، شادیاں رچائیں جیسا کہ ان کے عمل سے واضح ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی ولادت کا ذکر ہے اوران دونوں کی ولادت معجزانہ طور پر ہوئی ہے عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت تو بالکل واضح اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہے، اوران کی ولادت کے دن ان پر سلام کا ذکر بھی ہے اس کے باوجود کہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی ولادت پر جشن منانے کا حکم نہیں دیتا حالانکہ یہاں تو کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اظہار کا موقع اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے لہٰذا یوم میلاد عیسیٰ پر خوب جشن کیا جائے اور قدرت الٰہی کا اظہار کیا جائے۔

لیکن ہم کہتے ہیں اس طرح کی دلیلیں نکالنا دین میں تحریف ہے جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا اس کے رسول ﷺ نے حکم نہیں دیا بلکہ اس چیز کے الفاظ کا کہیں کتاب وسنت میں ذکر نہیں اس کو ایجاد کرنا اور جاری کرنا صریح بہتان ہے۔﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا﴾

چھٹی آیت:

بریلویت نے جشن عید میلاد النبی ﷺ کو ثابت کرنے کے لیے اس آیت میں بھی تحریف کی ہے:﴿وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ﴾ ''اور ان کو اللہ کے دنوں کے ساتھ نصیحت کرو'' اللہ کے دنوں میں حضور ﷺ کی ولادت کا دن عظیم المرتبت ہے اس کی یاد دلانا مسلمان کے لیے ضروری ہے لہٰذا جشن عید میلاد النبی ﷺ منا کر اس دن کو یاد دلایا جائے۔

میلاد النبی۔ تالیف علامہ امام احمد سعید کاظمی میں لکھا ہے بموجب فرمان خداوندی ﴿وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ﴾ آج ہمیں اس مبارک دن کی یاد تازہ کرنی ہے۔[1]

جواب= بریلویت نے اس آیت میں دو تحریفیں کیں ہیں ایک ﴿بِاَيّٰمِ اللّٰهِ﴾ میں

[1] رسائل میلاد النبی، ص: ۱۴۰

"ب" کو ختم کر کے ﴿وَ ذَكِّرْهُمْ اَيَّامِ اللّٰهِ﴾ بنا دیا ہے اور پھر اس کے مطابق ترجمہ کیا ہے یعنی ان کو اللہ کے دن یاد کراؤ۔ پھر اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ کی ولادت کے دن سے بڑھ کر اور کون سا دن ہو سکتا ہے۔ جب کہ آیت اس طرح ہے ﴿وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ﴾ ان کو اللہ کے دنوں کے ساتھ نصیحت کرو لیکن بریلویت نے میلاد ثابت کرنے کے لیے ترجمہ یہ کر دیا ہے "ان کو اللہ کے دن یاد کراؤ" اور دوسری تحریف یہ کی ہے کہ اس سے جشن عید میلاد النبی ﷺ ثابت کیا ہے، جب کہ اس آیت میں ایک لفظ بھی جشن عید پر دلالت نہیں کرتا۔

اور علامہ احمد سعید کاظمی جن کو بریلویت امام کے لقب سے پکارتی ہے وہ بھی اس میں تحریف کر کے میلاد کو واجب قرار دے رہے ہیں افسوس ہے ایسے علم پر اور ایسی تحریف پر اللہ تعالیٰ تو کہہ رہے ہیں اللہ کے دنوں کے ساتھ انہیں نصیحت کرو اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اس دن کی یاد تازہ کرنی ہے یعنی انھوں نے دن ہی منانا شروع کر دیا ہے۔

اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے:

"یہ حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا، اب دیکھنا یہ ہے کہ انھوں نے اس پر کس طرح عمل کیا ان کو اپنی ولادت کا دن یاد دلایا اور ان کو اس دن جشن منانے کی ہدایت کی کیا ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام، وحضرت نوح علیہ السلام وغیرہ کی ولادت کے دن یاد دلائے اور ان پر جشن منانے کی تعلیم دی؟ اگر نہیں تو جو معنی اس کے اس وقت نہ تھے اب وہ معنی اس کے کیسے ہو گئے آیت کا مطلب یہ تھا کہ اپنی قوم کو وہ واقعات سنا کر جو نافرمان قوموں کو پیش آئے ہیں ان کو نافرمانی سے روکو اور اطاعت پر آمادہ کرو، اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو اللہ کے دن یاد دلاؤ کیونکہ یہ ترجمہ ﴿وَ ذَكِّرْهُمْ اَيَّامِ اللّٰهِ﴾ کا ہے نہ کہ ﴿وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ط﴾ کا اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ ایک معمولی استعداد کے طالب علم پر بھی مخفی نہیں چہ جائے کہ ایک فاضل محقق پر، اور اگر یہ تحریف شدہ معنی ہو تو اس میں بڑے اور چھوٹے دن کی کوئی قید نہیں لہٰذا ہر روز اور ہر کام کے

لیے جشن منانا چاہیے کیونکہ سارے دن اللہ ہی کے ہیں، جب بریلویت روزانہ جشن منانے کا اپنی عوام کو کہتے گی تو پھر عوام ان کو اس آیت کا صحیح مطلب بتا دے گی۔"

ساتویں آیت:

میلادی لوگوں کی ایک دلیل یہ بھی ہے ﴿وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ نبی ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں، جب رحمت الٰہی بارش کی شکل میں نازل ہو تو ہم خوشی منائیں مگر جب محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت میں یہ رحمت نازل ہو تو پھر ہم خوشی کیوں نہ منا ئیں؟

جواب= جب رحمت برس رہی ہو تو ہم رحمت سمیٹنے کی بجائے ناچنا شروع کردیں یعنی خوشی منانا شروع کردیں اور رحمت کو سینے سے نہ لگائیں یعنی آپ ﷺ کی احادیث آپ ﷺ کی سنتیں آپ ﷺ کے احکام ہم ان پر عمل پیرا ہونے کی بجائے جلوس نکالنے شروع کردیں تو کیا یہ انصاف ہوگا کیا یہی خوشی ہے۔ اگر اس کا نام خوشی ہے تو اس کا مطلب ہے پھر باقی سال کے تمام دنوں میں آپ کو کوئی خوشی نہیں۔ کیونکہ آپ نے خوشی اسی کام کا نام رکھ لیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رسالت کو رحمۃ للعالمین کہا: ﴿وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ کہا ہے، ﴿وَ مَا خَلَقْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾ نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں پر رحمت کرنے کے لیے آپ ﷺ کو رسول بنایا ہے بریلویت صرف ولادت پر ہی کیوں زور دیتی ہے۔ رسالت کی طرف کیوں نہیں آتی۔ انہیں پتہ ہے اگر رسالت کی طرف لوگوں کا دھیان ہو گیا تو پھر اپنے بنائے ہوئے سارے معبود گرانے پڑیں گے پھر غیر اللہ کے اڈے ختم کرنے پڑیں گے کیونکہ نبی ﷺ نے رسول اللہ ﷺ بنتے ہی سب سے پہلے غیر اللہ کو باطل قرار دیا۔ اللہ کے علاوہ سب معبودوں کی نفی کردی۔

اصل مقصد آپ کی رسالت کو تسلیم کرنا ہے رسالت کے اعلان سے پہلے سب آپ تعریفیں کرتے تھے لیکن آپ ﷺ کا رسالت کا اعلان کرتے ہی سب آپ ﷺ کے دشمن بن گئے کافر اور مومن کے درمیان فرق رسالت نے کیا۔ آپ ﷺ کی ولادت کے بعد ابوبکر

،عمر،عثمان،علی کوئی مومن نہیں بنا اور نہ ابوجہل ابولہب عتبہ شیبہ کافر بنے لیکن جب آپ نے رسالت کا اعلان کیا تو کافر اور مومن میں امتیاز ہو گیا۔

بریلویت کی طرف سے ایک مضحکہ خیز بات یہ بھی کی جاتی ہے کہ رسالت تو ولادت کی وجہ ہی سے ملی ہے یعنی اگر ولادت نہ ہوتی تو رسالت بھی نہ ہوتی۔

جواب= یہ بات بریلویت کو زیب نہیں دیتی کیونکہ یہ ولادت کے بغیر رسالت کے قائل ہیں جیسا کہ ان کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ تو اس وقت رسول تھے جب عالم کائنات کی کسی چیز کا وجود نہیں تھا۔ بلکہ بریلویت تو آپ کی ولادت کی ہی منکر ہے جیسا کہ ان کا عقیدہ ہے اللہ نے اپنے نور سے آپ کو جدا کیا ہے بحوالہ پانچوں اذانوں سے پہلے پڑھا جانے والا خود ساختہ درود یا نوراً من نور اللہ۔ اگر یہ بات ہے کہ ولادت نہ ہوتی تو رسالت نہ ہوتی تو ہم کہتے ہیں تو پھر تم آپ ﷺ کے والد کا میلاد مناؤ کیونکہ اگر وہ نہ ہوتے تو آپ ﷺ نہ ہوتے، دیکھتے ہیں بریلویت کہاں تک چلتی ہے۔ پہلے آپ کے والد کا میلاد منائیں پھر اس کے بعد آپ ﷺ کے دادا کا میلاد منائیں کیونکہ آپ ﷺ کے دادا نہ ہوتے تو آپ ﷺ کے باپ نہ ہوتے اس کے بعد پھر آپ ﷺ کے پردادا کا منائیں کیونکہ...... دیکھا آپ نے کیسی احمقانہ دلیلیں ہیں بریلویت کے پاس۔

آٹھویں آیت:

بریلویت کی بارہویں تحریف، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا فضل کیا جو ان میں ایک پیغمبر بھیجا......“ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو بھیج کر ہم پر احسان فرمایا ہے اب کون ایسا ناشکر ہوگا جو اللہ کے اس احسان عظیم پر خوشی نہ منائے۔“

جواب= اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ﴿اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ فرمایا ہے یعنی احسان بعثت کا ہے رسالت کا ہے۔ ﴿اِذْ خَلَقَ﴾ ”جب آپ کو پیدا کیا“ نہیں کہا۔ بلکہ

جب بعثت عطا کی احسان کا ذکر اس وقت کیا لہٰذا بریلویت نے اگر اس آیت سے اس طرح کا استدلال کرنا ہے تو پھر انہیں جشن رسالت منانا چاہیے جشن بعثت منانا چاہیے لیکن پھر ہم یہ کہیں گے تمہارا یہ استدلال بھی غلط ہے کیونکہ جس پیغمبر پر یہ آیت نازل ہوئی انھوں نے نہ سے منایا نہ اس کا حکم دیا اور نہ ہی ان مومنوں نے اسے منایا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ پتہ نہیں بریلویت رسالت اور بعثت سے کیوں بدکتی ہے۔ اور دوڑ دوڑ کر صرف ولادت تک ہی جاتی ہے۔ اس کی وجہ اس سوا کوئی نظر نہیں آتی کہ رسالت کی وجہ سے شرک کا خاتمہ ہوتا ہے خودساختہ بت گرانے پڑتے ہیں غیر اللہ کی عبادت نذر و نیاز حلوئے چھوہارے بند ہوتے ہیں۔ خانقاہیں بے رونق اور غیر اللہ کے اڈے مسمار ہوتے ہیں۔ تو ان ساری چیزوں سے بچنے کا حل بریلویت نے یہ نکال لیا ہے کہ ولادت کا نام لے کر شور مچا دو، جلوس نکال کر دھوم ڈال دو ہم ہیں عاشقان رسول ﷺ اور جو اس طرح نہیں کرتے وہ ہیں گستاخانِ رسول ﷺ۔

اس طرح کرنے سے بریلویت نے سوچا حقیقت بھی چھپ جائے گی اور اپنا مفاد اور نظریہ بھی بچا رہے گا۔ ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔'' لیکن جب تک قرآن وحدیث کو دل و جان سے ماننے والے موجود ہوں تب تک اس کی حقیقت پر کسی قسم کی کوئی گرد و غبار پڑنے نہیں دیں گے اور اصل حقائق سے لوگوں کو آشنا کرتے رہیں گے۔ اسی مقصد کے لیے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

اصل مقصد آپ کی بعثت اور رسالت کو تسلیم کرنا ہے، اصل مقصد آپ کا رسول ہونا ہے اگر آپ رسول نہ ہوتے تو خالی پیدا ہونے کا کیا فائدہ ہوتا؟ آپ کی ولادت کو رسالت کی ہی وجہ سے شان عطا ہوئی ہے۔ لہٰذا اصل اہمیت رسول ہونے کو ہی ہے۔ پیدا تو ہر کوئی ہوتا ہے رسول ہر کوئی نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ جیسا رسول تو کوئی بھی نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ علیہ الف الف تحیۃ السلام۔ پیدا ہونا اعزاز نہیں رسول ہونا اعزاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حضور ﷺ کے آمنہ کے گھر میں پیدا ہونے کو نہیں بلکہ مومنوں کے بیچ میں رسول بن کر آنے کو اپنا احسان قرار دیا ہے یقیناً یہی ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑی نعمت ہے تو جب

جشن رسالت نہیں منایا جاتا تو جشن ولادت کا کیا تک ہے۔

نویں آیت:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾(التوبة:١٢٨)

دسویں آیت:

﴿قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ (النساء:١٧٤)

گیارہویں آیت:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا﴾(الاحزاب:٤٥)

بارہویں آیت:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾(التوبة:٣٣)

ان آیات سے بریلویت نے جشن عید میلاد النبی ﷺ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

جواب= ان آیات سے جشن عید میلاد النبی ﷺ ثابت کرنا صرف اور صرف تحریف کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا ذکر ہے نہ کہ ولادت کا اور نہ ہی ولادت پہ جشن اور عید یا جلوس نکالنے کا۔ ان آیات سے اگر بریلویت نے جشن اور عید منانا ہے تو پھر آپ کی بعثت اور رسالت کے دن کو جشن کا دن بناتے۔ لیکن ہم پھر یہی کہیں گے ان آیات میں جشن اور عید منانے کا ذکر تو نہیں آپ کس طرح جشن اور عید منا رہے ہیں، ان آیات سے جشن عید میلاد النبی ﷺ ثابت کر کے بریلویت نے دو طرح تحریف کی ہے۔ ایک تو اس سے آپ کی ولادت کو ثابت کرنے کی کوشش اور دوسرا جشن اور عید کو ثابت کرنے کی کوشش۔ ان آیات میں جس چیز کا ذکر ہے بریلویت تو اس سے دور

بھاگتی ہے اور وہ ہے آپ ﷺ کی بعثت اور رسالت، جو آپ ﷺ کی ولادت کا اصل مقصد ہے۔ ولادت کو تو ابوجہل ابولہب عتبہ، شیبہ، سبھی کافروں نے تسلیم کیا ہے بلکہ آپ ﷺ کی ولادت کو دنیا کے سب کفار مانتے ہیں کہ آپ ﷺ دنیا میں پیدا ہوئے ہیں، آپ ﷺ کی پیدائش اور آپ ﷺ کے وجود کا کوئی منکر نہیں، لیکن جب بات آتی ہے آپ ﷺ کی رسالت کی تو پھر طیب اور خبیث میں امتیاز ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِیْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴾ (الانعام: ۳۳)

"بے شک ہم جانتے ہیں کہ یقیناً تجھے یہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات کا ہی انکار کرتے ہیں۔"

آج بھی جب بریلویت کے سامنے آپ کی احادیث اور سنتیں پیش کی جاتیں ہیں تو وہ کبھی اماموں کا نام لے کر کبھی مرشد کا ذکر کر کے ان سے بدک جاتے ہیں۔

احادیث میں تحریف:

بریلوی حضرات نے جشن عید میلاد النبی ﷺ کو ثابت کرنے کے لیے جس طرح آیات میں تحریف کی ہے اسی طرح احادیث میں بھی انھوں نے معنوی تحریف کی ہے۔ اور کچھ بے اصل، موضوع ضعیف، قسم کی روایات کا سہارہ لے کر جشن عید میلاد النبی ﷺ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بریلویت نے ابولہب لعین سے دلیل پکڑی:

۱۔ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ:

[قَالَ عُرْوَة: و ثويبة مولاة لابى لهب و كان ابو لهب اعتقها فارضعت النبى ﷺ فلما مات ابو لهب اريهُ بعض اهله بِشَرِّ حِيْبَةٍ قال له۔ مَا ذَا لَقِيْتَ؟ قَالَ اَبُو لَهَبٍ لَمْ اَلْقَ بَعْدَكم غير

أَنِّي سُقِيتُ فِي هٰذِهِ بِعِتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ] ①

''عروۃ نے کہا کہ ثویبہ ابولہب کی باندی تھیں اور ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ پس اس نے نبی ﷺ کو دودھ پلایا جب ابولہب مرگیا تو اس کے خاندان میں کسی نے اسے خواب میں بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا تو نے کیا پایا؟ ابولہب نے کہا تمہارے بعد میں نے سکون نہیں پایا سوائے اس بات کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ذرا سا پانی اس میں پلا دیا جاتا ہوں (اس نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان گڑھے کی طرف اشارہ کر کے کہا) اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب کافر رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کرے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو مسلمان کی کیا شان ہے؟

اس روایت کی حقیقت کو فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی نے بیان کیا ہے۔ آپ اسے ملاحظہ فرمائیں۔

جواب = (۱) یہ عروۃ کی مرسل روایت ہے جیسا کہ سیاق بخاری سے ظاہر ہے اور عروۃ نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اسے یہ خواب کس نے بیان کیا ہے اور مرسل روایت محدثین کے ہاں ضعیف کی اقسام میں سے ہے۔

(۲) اگر یہ بالفرض موصولاً ثابت بھی ہو جائے تو قابل حجت نہیں کیونکہ یہ خواب ہے اور خواب بھی عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے اور خواب دین میں حجت شرعی نہیں ہوتے۔

اگر بریلوی حضرات کے نزدیک خواب حجت شرعی ہیں تو پھر میں دو خواب ذکر کرتا ہوں کیا علماء بریلی انھیں تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں؟

۱۔ علامہ محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزار الکردری الحنفی صاحب فتاویٰ البزازیہ نے اپنی کتاب ''مناقب الامام الاعظم'' (۱/۳۳) میں لکھا ہے کہ:

[أَنَّ الْإِمَامَ رَاٰى فِي الْمَنَامِ كَأَنَّهُ نَبَشَ قَبْرَهُ عَلَيْهِ السَّلَام وَ

---

① صحیح البخاری، کتاب النکاح: ۵۱۰۱

يَجْمَعُ عِظَامَهُ اِلٰى صَدْرِهِ] الخ

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر کو کھودا اور آپ ﷺ کی ہڈیوں کو سینے تک اکٹھا کر لیا۔''

یہی خواب اسی طرح '' مناقب ابي حنيفہ'' للموفق بن احمد المکی (۱۲/۱) میں موجود ہے۔
مندرجہ بالا خواب اگر حجت شرعی ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا وجودِ مبارک بھی قبر میں صحیح سلامت نہیں ہے بلکہ ہڈیاں ہو چکا ہے کیا بریلی امت اپنے امام کے اس خواب کو حجت شرعی سمجھ کر یہ تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وجودِ مبارک صحیح سلامت نہیں ہے۔

۲۔ محمد بن حماد فرماتے ہیں:

[رایت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی المنام فقلت یا رسول اللّٰه! ما تقول فی النظر فی کلام ابی حنیفة و اصحابه انظر فیها واعمل علیها؟ قال لا ، لا ، لا ، ثلاث مراتٍ قلت فما تقول فی النظر فی حدیثك و حدیث اصحابك انظر فیها واعمل علیها ؟ قال نعم، نعم، نعم ثلاث مراتٍ ثم قلت یا رسول اللّٰه عَلِّمْنِیْ دعاءً ادعوا به فعَلّمنی دعاءً و قاله لی ثلاث مراتٍ فلما استیقظت نسیته][1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے کلام میں دیکھنے کے متعلق کیا فرماتے ہیں، ان کے کلام کو دیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، نہیں، نہیں، تین مرتبہ کہا پھر میں نے کہا میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی حدیث میں دیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ہاں، ہاں،

---

[1] تاریخ بغداد: ۱۳/ ۴۲۵

تین دفعہ کہا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے کوئی دعا سکھائیں تاکہ میں اس کے ذریعے دعا کروں۔ آپ ﷺ نے مجھے دعا سکھلائی اور اسے تین مرتبہ دہرایا جب میں بیدار ہوا تو وہ دعا بھول گیا۔''

تو کیا اس خواب کو حجت شرعی مان کرامت بریلویہ فقہ حنفی سے تائب ہو کر قرآن وسنت کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے کے لیے تیار ہیں۔

۳۔ عروہ کی اس مرسل روایت میں یہ ہے کہ ثویبہ کو ابولہب نے اس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے ابھی رسول اللہ ﷺ کو دودھ نہیں پلایا تھا۔

تو یہ بات اہل سیر کی نقل کے خلاف ہے کیونکہ اکثر اہل سیر نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانے کے کافی عرصہ بعد آزاد کیا تھا۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

[و کانت ثویبة تدخل علی رسول اللہ ﷺ بعد ما تزوج خدیجة فیکرمها رسول اللہ ﷺ و تکرمها خدیجة و هی یومئذٍ امةٌ ثم اعتقها ابو لهب][1]

''ثویبہ نبی ﷺ کے پاس اُس وقت بھی آتی تھیں جب آپ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی تھی تو رسول اللہ ﷺ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کی تکریم کرتے تھے اور یہ ان دنوں لونڈی تھی پھر اسے ابولہب نے آزاد کردیا۔''

یہی بات ''فتح الباری، شرح صحیح البخاری''، الاصابہ فی تمیز الصحابۃ: ۴/۲۵۰، طبقات ابن سعد: ۱/۱۰۸، اور الاستیعاب فی اسماء الاصحاب لابن عبدالبر: ۱/۱۲، میں ملاحظہ کریں۔

۴۔ اور یہ خواب قرآنِ حکیم کے ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر کو

---

[1] الوفاء باحوال المصطفی: ۱/۱۰۷، ط: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

بھی قیامت والے دن اچھے اعمال نفع دیں گے جب کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَ قَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ (الفرقان: ۲۳)

''اور انھوں نے جو جو اعمال کیے ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر انہیں بکھرے ہوئے ذروں کی طرح کر دیں گے۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کافر کو اس کا عمل نفع نہیں دے گا۔

حنفی حضرات پر حیرت ہے کہ عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو ہم اسے رد کر دیں گے جیسا کہ کتب اصولِ فقہ حنفیہ میں کئی مقامات پر یہ بحث موجود ہے لیکن یہاں ایک خواب جو صراحتاً قرآن کے خلاف ہے اسے حجت سمجھتے ہوئے عید میلاد کے جواز کی دلیل بنا رہے ہیں۔

اس روایت کے کچھ جوابات مولانا داؤد ارشد صاحب نے بھی دیے ہیں، وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ خود صاحب خواب (یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کو خواب اس وقت آیا جب وہ مسلمان نہ تھے اور انھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس خواب کو دلیل بنا کر عید میلاد نہ منائی اور نہ جلوس و چراغاں کا اہتمام کیا، کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ ابولہب نے لونڈی کو آزاد رشتے داری کی وجہ سے کیا، نہ کہ نبی و رسول کی ولادت جان کر خوشی کی تھی اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ ابولہب کے عمل کی نبی کریم ﷺ نے تحسین نہیں کی۔

۲۔ یہ خواب نص قرآنی کے مخالف ہے کیونکہ قرآن مجید نے صاف کہہ رکھا ہے کہ دوزخیوں کو ایسا کھانا ملے گا جس سے بھوک اور پیاس ختم نہ ہوگی۔

﴿لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ﴾ (الغاشیۃ: ۷)

''کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں مفتی صاحب کا استاذ المکرّم فاضل مراد آبادی لکھتا ہے: یعنی ان سے غذا کا نفع حاصل نہ ہوگا کیونکہ غذا کے دو ہی فائدے ہیں ایک یہ کہ بھوک کی تکلیف رفع کرے دوسرے یہ کہ بدن کو فربہ کرے یہ دونوں وصف جہنمیوں کے کھانے میں نہیں بلکہ وہ

شدید عذاب ہے۔ (ف: ۶، ص: ۸۶۳)......ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا﴾ (النبا: ۲۴)

''اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو۔'' (احمد رضا)

ان آیات بینات سے ثابت ہوا کہ کفار کو دوزخ میں کھانے کو ایسی چیزیں ملیں گی جن سے ان کی بھوک دور نہ ہوگی اور وہ دوزخ میں کبھی بھی کوئی ٹھنڈک نہ پائیں گے، ان واضح نصوص کو بریلوی مکتب فکر کے علماء ایک خواب سے رد کرنے کی کوشش میں ہیں کہ ابولہب کو انگلی چوسنے سے ٹھنڈک مل جاتی ہے، حالانکہ ان کے نزدیک صحیح حدیث جو کہ خبر واحد ہو اس سے بھی نص کی تخصیص نہیں کی جا سکتی، مگر یہاں خودغرضی دیکھئے کہ خواب کی بناء پر قرآنی آیات کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔

۳۔ اگر بالفرض یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ابولہب نے لونڈی کو آزاد نیکی جان کر کیا تھا (حالانکہ اس نے فقط رشتے داری کے ناطے سے لونڈی آزاد کی تھی) اور اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول بھی ہوا تو تب بھی یہ خواب مخالف قرآن ہونے کی وجہ سے مردود ہے کیونکہ قرآن نے یہ بات واضح سے واضح تر بیان کی ہے کہ جن لوگوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع اختیار نہ کی اور آپ علیہ السلام کی مخالفت کی ان کے اعمال ضائع گئے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ﴾ (محمد: ۳۲)

''جن لوگوں کو سیدھا رستہ معلوم ہو گیا (اور) پھر بھی انھوں نے کفر کیا اور (لوگوں) کو خدا کی راہ سے روکا اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سب کا کیا کرایا اکارت کر دے گا۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ابولہب کا لونڈی آزاد کرنے کا عمل ضائع ہو گیا، مگر خواب

سے ثابت ہوتا ہے کہ اس عمل کی وجہ سے اسے جہنم میں سکون ملتا ہے یہ خواب چونکہ نص قرآنی کے مخالف ہے لہٰذا اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ ابولہب شاتم رسول تھا جیسا کہ سورۃ لہب کے شان نزول سے ثابت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی بھی ایک مسلمان ومومن کے اعمال کو برباد کر دیتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْآ أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾(الحجرات:۲)

''اے اہل ایمان اپنی آوازیں نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو اس طرح ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمان بھی اگر نبی ﷺ کے سامنے اونچی آواز سے بولتا تو اس کے اعمال ضائع ہو جاتے، اور جو شخص کافر ہو اور علی الاعلان وہ جناب رسالت مآب ﷺ کی توہین کرتا ہو اس کا عمل کیوں ضائع نہ ہوگا؟ خود مفتی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

''جب ان کی بارگاہ میں اونچی آواز سے بولنے پر نیکیاں برباد ہیں تو دوسری بے ادبی کا ذکر ہی کیا۔'' ①

اس آیت نے تمام عقدے ہی حل کر دیے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خواب امر واقعہ کے خلاف ہے کیونکہ ابولہب کے شاتم رسول ہونے کی وجہ سے تمام نیکیاں اکارت گئیں الغرض اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ لونڈی کو آزاد کرنا ابولہب کی نیکی تھی تو نص قرآنی سے اس کی یہ نیکی تباہ و برباد ہوگئی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خواب چونکہ نص قرآنی کے مخالف ہے لہٰذا اس

① نور العرفان، ص:۸۲۲

پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور اس کو دلیل بنا کر عید میلاد النبی ﷺ کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یقین کو شک زائل نہیں کر سکتا۔ ①

آپ غور کریں، جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پوری سورت نازل کر کے اس کی تباہی اور ہلاکت کی خبر دی ہے کیا اسے انگلیوں سے دودھ آ سکتا ہے جب کہ قرآن نے اس کے ہاتھوں کی تباہی کا خاص ذکر بھی کیا ہے ﴿ تَبَّتْ يَدَآ أَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ...... ﴾

دوسری روایت:

مفتی محمد خان قادری ''میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ'' میں لکھتا ہے: حضور ﷺ پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس روزہ کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: [ذاك يوم فيه ولدت و فيه أنزل](مسلم) فرمایا: یہ دن میری ولادت کا دن ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ کا کلام مجھ پر نازل ہوا۔ ①

جواب: صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں ہے آپ ﷺ نے جمعرات اور سوموار کو روزہ رکھنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ان دنوں میں اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوں اور میں روزے دار ہوں۔''
مسلم کی ایک روایت میں آپ ﷺ نے سوموار کے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ ولادت

۲۔ نزول قرآن

۳۔ اعمال کا پیش ہونا

ان احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ سوموار اور جمعرات کے روزے کا اصل سبب اعمال کا پیش کیا جانا ہے اور اضافی سبب یہ بھی تھا کہ آپ اسی دن پیدا ہوئے۔ اگر آپ کا روزہ

---

❶ دلیل الحق، ص:۱۶۸

❷ [illegible] ۳۶

رکھنا محض ولادت کی وجہ سے ہوتا تو آپ صرف سوموار کو روزہ رکھتے جمعرات کا نہ رکھتے اور سوموار کو بھی صرف سال میں ایک مرتبہ رکھتے جو آپ ﷺ کی تاریخ ولادت کے موافق ہوتا ہر ہفتہ میں نہ رکھتے کیونکہ بریلوی حضرات اس کے سال میں ایک ہی مرتبہ منانے کے قائل وفاعل ہیں۔

اب محبان رسول ﷺ کے لیے صحیح راستہ یہ ہے کہ وہ ہر ہفتے سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھیں جو کہ سنت رسول ہے نہ کہ بدعات کا ارتکاب کریں، اور بدعات کے جواز کے لیے احادیث کا مفہوم توڑ موڑ کر بیان نہ کریں۔

اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے، کہ نبی ﷺ نے ربیع الاول کی ۹ یا ۱۲ کو کبھی روزہ نہیں رکھا۔ اگر کوئی شخص اس دن کو اس نیت سے روزہ رکھے کہ یہ نبی ﷺ کی پیدائش کا دن ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ سے پیش قدمی کرے گا، اور اگر بریلوی حضرات اس بات پر بضد ہیں کہ اس حدیث سے آپ ﷺ کے میلاد کے دن عید کا ثبوت ہوتا ہے تو پھر ہم انہیں سیدھے رستے کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی پیدائش کے دن روزہ رکھ کر اس دن کو عید کا دن بنانے کی نفی کر دی ہے کیونکہ عید کے دن روزہ نہیں ہوتا اور جس دن روزہ ہو وہ عید کا دن نہیں ہوتا۔

تیسری روایت، جمعہ عید، عرفہ عید:

''جشن میلاد النبی کا انکار کیوں؟'' میں پروفیسر حبیب اللہ چشتی لکھتا ہے: شریعت اسلامیہ میں جمعہ بھی یوم عید ہے۔ نبی کریم ﷺ کا جمعہ کے متعلق یہ بھی فرمان ہے جو اکثر کتب حدیث میں موجود ہے: [اِنَّ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ جَعَلَهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ]

''اسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے یوم عید بنایا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے تو یہ بھی فرمایا:

[يومُ عرفة و يومُ النحر و ايام التشريق عِيْدُنَا اهلُ الاسلام][1]

---

[1] المستدرك: ١/ ٦٠٠

''عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور تشریق کے دن ہم اہل اسلام کی عید کے دن ہیں۔''

اور یہ کہنا کہ اس دن عید کی طرح کوئی اضافہ نماز یا عبادت نہیں کہ اس دن سرکار روزہ رکھتے تھے۔

تو گزارش یہ ہے کہ اگر شارع علیہ السلام ان تمام دنوں کو عید قرار دیں اور بعض میں کوئی اضافی عبادت رکھیں اور بعض میں نہ رکھیں تو کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے جمعہ عید کا دن بھی ہے لیکن اس دن روزہ رکھنا جائز ہے اور عید الفطر کو روزہ رکھنا حرام ہے۔ یہ تو شارع کی مرضی پر منحصر ہے نہ کہ تمہارے مشورے پر اور عید میلاد النبی ﷺ کے دن کوئی اضافی عبادت نہ ہونے کا جواب تو علماء اسلام بہت پہلے دے چکے ہیں۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں:

''وہ جمعہ کا دن، جس میں حضرت آدم کی ولادت ہوئی، اس میں ایک خصوصی گھڑی ہے جس میں کوئی مسلمان جس شے کی دعا کرے، وہ اسے عطا کی جاتی ہے تو اس گھڑی کا مرتبہ و مقام کیا ہوگا؟ جس میں امام الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔ یوم میلاد میں یوم جمعہ کی طرح جمعہ یا خطبہ لازم نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے وجود رحمت کے اکرام کی وجہ سے امت پر تخفیف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اسی رحمت کا ایک اظہار یہ بھی ہے کہ (خاص اس دن کے لیے) کسی عبادت کا مکلف نہیں بنایا۔''

دیکھو عبادت کا مکلف نہ بنانے کو رحمت کہہ رہا ہے اس کا مطلب ہے عبادت ان کے ہاں زحمت ہے، عید الفطر، عید الاضحیٰ، اور جمعہ کے دن کی عبادات کو یہ زحمت سمجھتا ہے عبادت زحمت ہے اور عیاشی، جشن اس کے ہاں رحمت اور عید ہے۔ (محمدی)

''جشن عید میلاد النبی'' میں ڈاکٹر سید محمد علی مالکی جس کا ترجمہ علامہ یٰسین اختر نے کیا ہے وہ لکھتا ہے:

یوم جمعہ کی فضیلت اور اس کی خصوصیات کے شمار میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات

مبارک [و فیہ ولد آدم] سے ان کی تکریم متحقق ہوتی ہے جس میں کسی نبی کی پیدائش ثابت ہو۔ تو وہ دن کس قدر شرافت وکرامت والا ہوگا جس میں افضل النبیین واشرف المرسلین اس خاندان عالم میں جلوہ افروز ہوئے۔ یہ تعظیم بعینہ اسی دن کے لیے مخصوص نہیں بلکہ اس دن کے لیے خصوصاً اور اس کی نوع کے لیے عموماً ہے۔"[1]

جواب= بریلویت کو جہاں کہیں عید کا لفظ نظر آیا ہے انھوں نے اسے جشن عید میلاد النبی پر فٹ کیا ہے اور نبی ﷺ کے نام کا بہانہ بنا کر دھوکا دیا ہے۔

جس طرح کہ مذکورہ عبارت میں بھی کیا گیا ہے: "تو اس گھڑی کا مرتبہ و مقام کیا ہو گا؟ جس میں امام الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔"

کسی بھی حدیث میں یہ نہیں بیان کیا گیا کہ آدم علیہ السلام کے اس دن پیدا ہونے کی وجہ سے یہ گھڑی ہے اس گھڑی کو آدم علیہ السلام کی پیدائش کی وجہ قرار دینا، اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر بہتان ہے، حدیث میں تو آپ ﷺ نے جمعہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ ذکر کیا ہے اس دن ایک گھڑی بھی ہے جس میں دعا رد نہیں ہوتی۔ لیکن کہیں بھی اس کو آدم علیہ السلام کی پیدائش کی وجہ قرار نہیں دیا۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم،

جمعے کا دن اللہ تعالیٰ کے افضل بنانے کی وجہ سے افضل ہے۔ اس افضل دن میں جہاں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے وہاں اسی دن ان کو فوت بھی کیا ہے اور اسی دن انہیں جنت میں ٹھہرایا ہے تو اسی دن وہ جنت سے نکلے بھی ہیں۔ اسی دن میں اگر سعادت مند گھڑی ہے تو اسی دن میں قیامت بھی قائم ہوگی اسی دن صور پھونکا جائے گا۔

اس دن پر قیاس کرکے بریلویت جشن عید منانا احادیث کے بالکل خلاف ہے کیونکہ مذکورہ بالا امور کے اس دن میں واقع ہونے کی وجہ سے ہر چیز ڈرتی اور خوف زدہ ہوتی ہے۔ فرشتے بھی اس دن خوف زدہ ہوتے ہیں ماسوائے سرکش باغی جنوں اور انسانوں کے، ہر چیز

---

[1] رسائل میلاد النبی، ص: ۲۰۸، جمع و ترتیب، صلاح الدین سعیدی

اس دن ڈرتی اور خوف زدہ ہوتی ہے لیکن بریلویت جشن مناتی اور شادیاں رچاتی ہے جیسا کہ ڈاکٹر سعود صاحب فرماتے ہیں: احادیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں اور پھر یہ بریلویت کی فقاہت پر خوب داد دیں۔

[خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَ فِيْهِ أُهْبِطَ وَ فِيْهِ تِيْبَ عَلَيْهِ وَ فِيْهِ مَاتَ وَ فِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ وَ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا وَ هِيَ مُسِيْخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِيْنَ تُصْبِحُ] ①

ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں:

[وَ مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ سَمَاءٍ وَ لَا أَرْضٍ وَ لَا رِيَاحٍ وَ لَا جِبَالٍ وَ لَا بَحْرٍ اِلَّا وَهُنَّ يُشْفِقْنَ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ] ②

احادیث میں اگر جمعہ کے دن کو یا عرفہ کے دن کو عید کا دن کہا گیا ہے تو پھر مسلمانوں پر اس کا حکم یہی ہے کہ وہ اس دن کو عید کا دن ہی سمجھیں اور اسی طرح عید کا دن سمجھیں جس طرح شریعت نے سمجھایا ہے اس طرح نہ ہو کہ جمعہ کے دن کو عید کا دن کہہ کر غیر مسلموں کی طرح عیاشی، بدمعاشی، شراب نوشی، ناچ گانا، رقص وسرور کی اور مخلوط مجلسیں منعقد کرنا شروع کردیں اگر کوئی پوچھے تو یہ کہہ دیں حدیث میں جمعہ کو عید کا دن کہا گیا ہے۔

اسلام کی عید:

بریلوی حضرات اگر ان دنوں کو عید مانتے اور سمجھتے ہیں تو پھر انہیں یہ ضرور سمجھ آجانی چاہیے تھی کہ عید اسلام میں کس کو کہتے ہیں اسلام میں عید کو کوئی جلوس نہیں نکالا جاتا ہے بھنگڑے نہیں ڈالے جاتے۔ ڈھول کی تھاپ پر رقص نہیں ہوتا۔ گھروں اور عبادت خانوں مسجدوں کو چراغاں نہیں کیا جاتا۔ پہاڑیاں نہیں بنائی جاتیں، جو کچھ بارہ ربیع الاول کو

● ابوداؤد: رقم: ١٠٤٦

● ابن ماجه، رقم: ١٠٨٤

بریلویت کرتی ہے یہ نہیں ہوتا، جمعہ کے دن کو عید کا دن شریعت نے کہا تو اس دن پر غور کرو۔ یہ دن کیسا دن ہے اور اس دن یہ عید کیسی منائی جاتی ہے۔

شریعت اسلامیہ کے نزدیک عید اللہ کی عبادت کا نام ہے بندگی کا نام ہے، جمعہ کا دن عبادت کا دن ہے عاجزی وانکساری کا دن ہے اس دن قیامت قائم ہوگی، اس دن ہر چیز ڈرتی ہے اور خوف زدہ ہوتی ہے، انسان اللہ کی بندگی کر کے اس دن کو گزارتا ہے جمعہ کے دن صبح فجر کی نماز باجماعت پڑھ کے پھر اشراق پڑھ کے، پھر غسل کر کے پھر جلدی جلدی مسجد میں خطبہ جمعہ کے لیے آ کر وہاں نوافل ادا کرنا اور ذکر واذکار میں مشغول ہو کر پھر جب خطبہ شروع ہو جائے مکمل خاموشی اور توجہ سے سن کر پھر عصر کی نماز پڑھ کر پھر مغرب کی نماز پڑھ کر پھر عشاء کی نماز پڑھ کر ان درمیانی اوقات میں ذکر واذکار اور درود شریف پڑھ کر یہ عید مناتا ہے۔

لیکن بریلویت نے عید کا مطلب ومفہوم اسلامی مراد لینے کی بجائے اسے غیر اسلامی بنانے پر پتہ نہیں کیوں زور لگایا ہوا ہے۔ یہ تو اسلام کے خلاف بڑی گہری سوچی سمجھی سازش لگتی ہے کہاں اسلام کی سوچ اور کہاں بریلویت کی سوچ۔

پروفیسر حبیب اللہ چشتی کی مذکورہ عبارت کی آخری سطر پر ذرا غور کرو: ''اور اسی رحمت کا اظہار یہی ہے کہ خاص اس دن (میلاد النبی) کے لیے اس کی عبادت کا مکلف نہیں بنایا۔''

اس سے یہ بالکل واضح ہو رہا ہے کہ بریلویت کے نزدیک عید کے روز عبادت نہیں ہوتی یا عیدیں عبادت نہیں یعنی عید اور عبادت الگ الگ دو چیزیں ہیں۔

جب کہ شریعت میں جو دو سالانہ عیدیں ہیں ان کی ابتداء نماز سے ہوتی ہے جسے مسلمان کھلے میدان میں ادا کرتے ہیں۔ مسلمان کی عید، اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نام ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے یہ اس کی عید ہوتی ہے۔

ثانیاً: اس کا مطلب یہ ہے کہ عید الفطر، عید الاضحیٰ یا جمعہ کے دن نماز اور خطبہ کو بریلویت زحمت اور اللہ تعالیٰ کا عذاب سمجھتی ہے تبھی تو عید میلاد النبی کے دن ان کے نہ کرنے کو رحمت

کہہ رہی ہے۔ بریلویت نے خود ہی اپنا راز کھول دیا ہے۔

آدم علیہ السلام جمعے کو نبی ﷺ سوموار کو پیدا ہوئے:

اگر جمعے کا دن آدم علیہ السلام کی پیدائش کی وجہ سے افضل ہے تو پھر سوموار کو جمعہ سے بھی افضل ہونا چاہیے تھا کیونکہ اس دن رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ہوئی ہے۔ جب کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ احادیث میں بالکل واضح طور پر یہ بیان ہوا ہے کہ تمام دنوں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ......] تو لامحالہ یہاں تسلیم کرنا پڑے گا کہ شریعت میں اپنی من مرضی اور خواہشات کی کوئی گنجائش نہیں۔

میلادیوں کی حجتیں:

میلادی لوگ جشن عید میلاد النبی ﷺ کو ثابت کرنے کے لیے بڑے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں قرآن وحدیث صاف واضح نص نہیں ملی بلکہ اشارہ بھی نہیں ملا تو یہ بات بنا ڈالی ہے کہ بچے کی ولادت پر خوشی تو سب مناتے ہیں تم بھی مناتے ہو، ثواب سمجھ کر نہ سہی جائز سمجھ کر ہی سہی، کیا عام بچے کی پیدائش پر تو خوشی کا اظہار کریں لیکن نبی ﷺ کی پیدائش پر کچھ بھی کریں اس دن کو خاموشی سے گزاریں؟

جواب= بریلویت کو جہاں خوشی کی کوئی بات نظر آتی ہے انھوں نے جھپٹ کر اسے جشن عید میلاد النبی پر فٹ کر لی یہ مذکورہ دلیل پیش کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ بریلویت کے پاس دلائل ختم ہو چکے ہیں کیونکہ یہ قول بالکل ہی دلیل نہیں بنتی۔

بچے کی پیدائش پر جو فطرتی خوشی ہوتی ہے وہ خوشی تو ہر مسلمان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی پیدائش پر بھی ہے بلکہ اپنے بچوں کی پیدائش سے بڑھ کر ہے لیکن بات یہ ہے اس خوشی کا اظہار کیسے کرنا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں آ کر جو کچھ کیا ہے اس طرح کر کے خوش ہونا ہے یا آپ ﷺ کی سیرت سے ہٹ کر بازاروں میں نکل کر نعرے بازی

کر کے خوشی کا اظہار کرنا ہے بچے کی پیدائش کا وہ دن دوبارہ اسی سال منانا اور کسی بھی قسم کی خوشی کے اظہار کے لیے کچھ بھی کرنا غیر اسلامی طریقہ ہے یعنی سالگرہ منانا رسول اللہ کی سنت نہیں جو ایسا کرتا ہے وہ غیر مسلموں کے تہوار کو اپنا کر ان سے محبت کا ثبوت دیتا ہے تو جو ہر سال رسول اللہ ﷺ کے پیدائش کے دن کو منائے، وہ کس کی مشابہت کرتا ہے. جس طرح سالگرہ کتاب وسنت سے ثابت نہیں اسی طرح جشن عید میلاد النبی بھی قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔

جلوس کے لیے درودی بہانہ:

میلادی لوگوں کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہم میلاد میں درود پڑھتے ہیں نعتیں پڑھتے ہیں نعت پڑھنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔ اگر ہم یہ کام میلاد پر کرتے ہیں تو اس میں حرج کیا ہے۔

جواب= درود پڑھنے کے لیے جلوس نکالنے کی ضرورت کیا ہے؟ نعت پڑھنے کے لیے ٹرالیوں پر سوار ہونے کی ضرورت کیا ہے؟ دو تین حلال چیزوں کو اکٹھا کر کے ایک نئی شکل دے دینی جس کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی شراب بنا کر کہے اس میں حرام چیز کون سی ہے۔ انگور بھی حلال ہے، اس کا شیرہ بھی حلال ہے۔ اس کو پکانا بھی جائز ہے۔ یہی حال بدعتی کا ہے۔ اس طرح کی دلیلوں سے سارا دین ہی بدل جائے گا۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ قرآن مجید کی تلاوت باعث رحمت ونجات ہے، اور نماز بھی باعث رحمت ونجات ہے پھر رکوع اور سجدہ کا مقام تو سب سے اعلیٰ وارفع ہے، لہٰذا رکوع اور سجدہ میں قرآن کی تلاوت کرنا ڈبل ثواب ورحمت ہوگی۔ کیا اس آدمی کی بات صحیح ہوگی؟ قطعاً صحیح نہیں ہوگی، حالانکہ یہ سب کام شریعت سے ثابت اور موجود ہیں اس کے باوجود انہیں اکٹھا کر کے ایک نئی شکل دینا جائز نہیں بلکہ گناہ کا باعث ہے تو پھر وہ کام کیسے صحیح ہوسکتا ہے جس کے افراد ہی کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ بریلویت پہلے جلوس نکالنا تو شریعت سے ثابت کرے پھر اس میں درود کی باتیں بھی کرلے۔ درود پڑھنے کے لیے بریلویت نے دکھلاوے کو فرض سمجھ رکھا ہے دکھلاوے کے بغیر تو ان کو درود ہضم ہی نہیں ہوتا۔ لاؤڈ اسپیکر جب نہ چلتا ہو تو پھر یہ درود کے بغیر ہی اذان کہہ دیتے

ہیں اور ادھر درود پڑھنے کے لیے انہیں جلوس نکالنا پڑتا ہے۔ درود پڑھنے کے لیے نعت پڑھنے کے لیے ولادت کا دن منتخب کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ درود اور نعت کو اس پڑھنے میں حرج آپ کو عبداللہ بن مسعود بتاتے ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دن مسجد میں کچھ لوگوں کو دیکھا جو حلقہ باندھے نماز کا انتظار کر رہے تھے اور ہر حلقے میں جس قدر افراد ہیں ان کے پاس کنکریاں ہیں اور ایک آدمی انہیں کہتا ہے کہ سو بار اللہ اکبر کہو تو وہ ان کنکریوں پر سو بار اللہ اکبر کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ سو بار لا الٰہ الا اللہ کہو وہ سو بار لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے سو بار سبحان اللہ پڑھو تو وہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں ان کا یہ عمل دیکھ کر صحابی رسول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

[ویحکم یا امة محمد ما اسرع هلکتکم هولاء صحابة نبیکم ﷺ متوافرون و هذه ثیابه لم تبل و آنیته لم تکسر والذی نفسی بیده انکم لعلی ملة هی اهدی من ملة محمد؟ او مفتحوا باب ضلالة]

”اے امت محمد ﷺ! تم پر افسوس کہ کس قدر جلد ہی تم ہلاکت میں پڑ گئے۔ یہ تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تم میں وافر موجود ہیں۔ آپ ﷺ کے یہ کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ ﷺ کے یہ برتن ابھی نہیں ٹوٹے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کیا تم ایسی ملت پر ہو جو ملت محمد ﷺ سے زیادہ ہدایت والی ہے؟ کیا تم گمراہی کے دروازے کھول رہے ہو۔“

تو انھوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! اللہ کی قسم ہم نے تو صرف خیر کا ارادہ کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو خیر کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن وہ ہرگز اسے نہیں پا سکتے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان کیا کہ ایک قوم ایسی ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن ان کی ہنسلی کی ہڈیوں سے تجاوز نہیں کرے گا۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ شاید ان جیسے اکثر لوگ میں سے ہی ہیں پھر ان سے منہ موڑ کر چلے گئے۔ تو عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں

میں نے ان حلقے والوں سے اکثر لوگوں کو دیکھا کہ نھروان کے دن وہ خارجیوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف لڑتے تھے۔ ①

میلاد کے لیے نعتوں کا بہانہ:

بریلویت نے میلاد منانے کے لیے ایک شوشہ یہ بھی چھوڑا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کافروں کو چڑانے کے لیے نعتیں پڑھا کرتے تھے، ہمارا میلاد بھی ذکر واذکار اور نعتوں پر مشتمل ہوتا ہے جس سے نبی اکرم ﷺ کا نام روشن ہوتا ہے اور منکر میلاد چڑتے ہیں۔

جواب= نعتیں پڑھنے کے لیے جلوس نکالنے کی دلیل چاہیے اور پھر سال میں ایک دن مقرر کرکے جلوس نکالنے کی بھی دلیل چاہیے۔ جس بات کو یہاں بریلویت نے بطور دلیل کے پیش کیا ہے اس میں نہ دن کی تخصیص اور نہ جلوس کا کوئی ذکر ہے بلکہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کو تو نبی ﷺ مسجد کے اندر منبر پر بٹھاتے اور بریلویت آپ ﷺ کے الٹ اور مخالف کام کرکے یعنی باہر بازاروں میں نکل کو جلوس کی شکل بنا کر نعتوں کا بہانا پیش کر رہے ہیں اور پھر حضرت حسان بن ثابت کے اشعار کافروں کی ہجو اور آپ ﷺ کی شان پر مشتمل ہوتے تھے جب کہ آپ ﷺ کی نعتیں شرکیہ اشعار پر مشتمل ہوتی ہیں۔ حسان بن ثابت کے اشعار ملاحظہ فرمائیں جو صحیح مسلم میں ہیں:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ
وَ عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذَاكَ الْجَزَاءُ
هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا تَقِيًّا......!!!
رَسُوْلَ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ
فَاِنَّ اَبِيْ وَوَالِدَتِيْ وَ عِرْضِيْ

① سنن دارمی: ۱/ ۶۰-۶۱، رقم: (۲۱۰) باب في كراهية اخذ الرای

لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ
وَ قَالَ اللّٰهُ قَدْ اَرْسَلْتُ عَبْدًا
يَقُوْلُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهِ خِفَاءُ

''تو نے محمد ﷺ کی توہین کی ہے میں آپ کی طرف سے جواب دیتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس میں بہت اچھا بدلہ ہوگا۔ تو نے محمد ﷺ کی توہین کی ہے جو نیک اور پرہیز گار ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں جن کی عادت وفا کرنا ہے۔ بے شک میرا باپ اور میری ماں اور میری عزت محمد ﷺ کی عزت محفوظ کرنے کے لیے ڈھال ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے بندے کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جو حق بیان کرتا ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔'' [1]

شب میلاد کو شب قدر سے افضل قرار دینے کی جسارت:

شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے بلاشبہ افضل ہے اس لیے کہ میلاد کی رات خود حضور کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر حضور کو عطا کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات مقدسہ سے شرف ملا وہ ضرور اس رات سے افضل قرار پائے گی جو حضور کو دیے جانے کی وجہ سے شرف والی چیز ہے، لیلۃ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفس نفیس حضور کے ظہور مبارک سے شرف یاب ہوئی اور اس لیے بھی کہ لیلۃ القدر میں حضور کی امت پہ فضل و احسان ہے اور لیلۃ المیلاد میں تمام موجودات عالم پر اللہ تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا کیونکہ حضور رحمۃ للعالمین ہیں۔ [1]

جواب = لیلۃ القدر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پوری ایک سورۃ نازل کی ہے جس میں اس کی فضیلت بیان ہوئی کہ یہ ہزار مہینے سے افضل ہے، لیکن شب میلاد کے متعلق

---

1. صحیح مسلم، ۲:۱/۳۰۱
2. رسائل میلاد النبی، ص:۱۸۵، جمع و ترتیب، صلاح الدین سعیدی

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں ایک لفظ بھی وارد نہیں ہوا۔ جس کا اعتراف بریلویت کو بھی ہے۔ اور اس مذکورہ عبارت میں بھی انہیں اس بات کا اعتراف ہے، تبھی تو اسے شب قدر پر قیاس کر کے زور آزمائی کر رہے ہیں ورنہ صاف الفاظ لکھ دیتے جو اس کے متعلق وارد ہوئے ہیں۔

ثانیاً: بریلویت کو اس سے یہی سمجھ لینا چاہیے کہ جس کو ہم افضل قرار دیتے ہیں اس کے متعلق تو اللہ اور رسول ﷺ نے کچھ نہیں بتایا اور جس کو ہم فضول قرار دیتے ہیں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ﴿خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

ثالثاً: صرف اپنے جشن کو پورا کرنے کے لیے بریلویت نے حقیقت کو ہی بدل دیا ہے یہ کون نہیں جانتا کہ آپ ﷺ کی پیدائش رات کو نہیں بلکہ صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے ہوئی ہے جیسا کہ قاضی منصور پوری اور شبلی نعمانی کی عبارتیں بتا رہی ہیں جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ اور رات صبح صادق کے طلوع ہونے سے ختم ہو جاتی ہے اور لیلۃ القدر جس پر اس کو قیاس کر رہے ہو وہ مطلع الفجر تک رہتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے کھڑے ہونا:

بریلوی حضرات جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلسے اور جلوس میں نبی ﷺ کے تشریف لانے کا عقیدہ رکھتے ہیں آپ کے لیے انھوں نے اسٹیج پر ایک کرسی خالی بھی رکھی ہوئی تھی۔ اور پھر یکدم آپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں چنانچہ ان کے مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

> ”محفل میلاد میں قیام کرنا دو باتوں پر مشتمل ہے: (۱) آپ علیہ السلام کے تذکرہ اور ذکر ولادت پر کھڑا ہونا واجب ہے کیونکہ یہ آپ کی تعظیم میں شامل ہے۔ (۲) چونکہ آنحضرت ﷺ خود تشریف لاتے ہیں اور جناب رسالت مآب کی تشریف آوری پر کھڑا ہونا مسنون ہے۔“

جواب = پہلی بات تو یہ ہے جہاں اس قسم کی زیب و آرائش ہو وہاں رسول اللہ ﷺ تو

اپنی زندگی میں بھی نہیں جاتے تھے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے آپ نے ان کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا دیکھے تو آپ ﷺ اندر داخل نہ ہوئے حالانکہ کم ہی ایسا ہوا کہ آپ آئے ہوں اور فاطمہ کو نہ ملیں، یعنی آپ سب سے پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملتے: لیکن اس دفعہ آپ دروازے سے ہی لوٹ گئے جب علی رضی اللہ عنہ گھر آئے تو فاطمہ نے اس کا ذکر آپ رضی اللہ عنہ سے کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (میں نے اس کے دروازے پر دھاری دار پردہ لٹکا دیکھا تھا اس لیے واپس چلا آیا)[مَا لِيَ وَ لِلدُّنيَا] : مجھے دنیا سے کیا سروکار، تو علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس لوٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ کی ساری بات سنا دی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ ﷺ سے پوچھو اب میرے لیے کیا حکم ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی فلاں کے گھر وہ پردہ بھیج دو۔"[1]

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ پردہ آج کل جتنی جشن میلاد النبی پر ہونے والی فضولیات رنگ بھرنگ سے کہیں زیادہ ہلکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ تو وہاں نہیں گئے حالانکہ وہ آپ کی بیٹی کا گھر تھا، تو یہاں ان جلسے جلوسوں اور شیطانی آلات کے ساز میں کیسے ہوسکتا ہے آپ آئیں کیا ایسی جگہوں پر رسول اللہ ﷺ کو بلانا۔آپ ﷺ کی توہین نہیں؟ گستاخی نہیں۔

ثانیاً: ذکر ولادت کے وقت امام الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا محفل میلاد میں آنا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، ہماری طرف سے پوری دنیا کے مبتدعین علماء بریلوی کو کھلا چیلنج ہے وہ کوئی ایسی آیت یا صحیح حدیث (جس میں تاویل اور تحریف معنوی کو دخل نہ ہو) پیش کریں جس میں صراحت ہو کہ میں محفل میلاد میں ذکر ولادت پر تشریف لاتا ہوں، یقین جانیے کہ پوری دنیا کے مبتدعین اکٹھے ہوکر سرتوڑ کوشش کرنے کے باوجود ایسی کوئی دلیل پیش نہیں کرسکتے۔

باقی رہا یہ مسئلہ آپ کے لیے کھڑا ہونے کا تو اس مسئلہ میں بھی ہمیں اس طرف سے

[1] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، رقم: ٤١٤٩

چوں چراں کرنے کی بجائے احادیث کو غور سے پڑھ لینا چاہیے۔ مگر احادیث کو پڑھنا اور دیکھنا بریلویت کو گوارا نہیں کیونکہ احادیث اور اہل حدیث ان کی نظر کو نہیں بھاتے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ان تمام پیچیدگیوں کو حل کر دیتی ہے آپ فرماتے ہیں:

[لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ كَانُوْا اِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ]

"یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اور کوئی شخص محبوب نہ تھا لیکن جب وہ آپ ﷺ کو (آتے) دیکھتے تھے تو قیام نہ کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ (قیام کو) مکروہ جانتے ہیں۔"❶

یہ حدیث اپنے معنی ومفہوم میں بالکل واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ قیام تعظیمی کو مکروہ جانتے تھے اتباع رسول کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ ﷺ تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کو مکروہ جانتے تھے تو ہم صحابہ کرام کی پیروی کرتے ہوئے ذکر ولادت کے وقت قیام نہ کریں۔

[عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَّكِيًا عَلٰى عَصَا فَقُمْنَا لَهٗ فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا]❷

"کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیماری کی حالت میں لاٹھی ٹیکے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے دیکھ کر مت کھڑے ہوا کرو جیسے عجمی (بدمذہب لوگ) ایک دوسرے کی

❶ ترمذی مع تحفہ: ٤/ ٧، و مسند احمد: ٣/ ١٣٢، ١٣٤، و رقم: ١١٩٣٦، ١١٩٦٢، و ادب المفرد للبخاری، ص: ٢٤٤، و مسند ابو یعلی: ٤/ ٤٨، رقم: ٣٧٧٢

❷ باب الرجل یقوم للرجل یعظمہ، عون المعبود: ٤/ ٥٢٧

تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

سیدنا انس اور سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہما کی ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے لیے قیام کو پسند نہ کرتے تھے بلکہ اس سے منع فرماتے تھے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باوصفیکہ ان کو آپ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی آپ ﷺ کی تشریف آوری پر قیام نہ کرتے تھے، عجیب بات ہے کہ جس تعظیم کو رسول اللہ ﷺ پسند نہ رکھتے ہوں اور کمال محبت کے باوصف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کی ایسی تعظیم نہ بجالاتے ہوں جب کہ بہ نفس نفیس آپ زندہ موجود بھی تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نظر بھی آتے تھے تو پھر آج جبکہ آپ زندہ موجود نہیں ہیں تو یہ قیام کیوں کر جائز ہوسکتا ہے۔[فاعتبر ولا تکن من المبتدعین]

اسے مفتی صاحب کا تواضع وانکسار پر محمول کرنا بھی فضول ہے کیونکہ مسند احمد میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے فرمان نبوی موجود ہے:

[فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُقَامُ لِيْ، إِنَّمَا يُقَامُ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى]

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے لیے قیام نہ کیا کریں کیونکہ قیام فقط اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ہے۔"[1]

اس حدیث نے تو تمام الجھنیں صاف کر دیں کہ قیام تعظیمی فقط اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے مگر افسوس مفتی صاحب اسے تواضع پر محمول کر رہے ہیں، اور بزعم خود ہوائی فائرنگ سے اس مضبوط ومستحکم دلیل کو توڑنے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ملاحظہ فرمائیں:

[مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ]

جس کو پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں وہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈے۔"

اسی لیے صحابہ کرام بھی آپ ﷺ کی آمد پر کھڑے نہ ہوتے تھے کیوں کہ وہ جانتے

---

[1] الحدیث: مسند احمد: ۵/ ۳۱۷

تھے کہ حضور ﷺ کو یہ ناپسند ہے مگر یہی مکروہ قیام آج میلاد منانے والے حضرات کرتے ہیں اور کرتے بھی ان کے آنے پر ہیں کہ جن کا آنا ہی کسی شرعی دلیل اور واقع کے خلاف ہے۔

مفتی نعیمی صاحب نے اپنے نظریے کے لیے یہ دلیل پیش کی ہے۔

مشکوٰۃ، کتاب الجہاد، باب حکم الاسراء اور باب القیام میں ہے کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے انصار کو حکم دیا: [قُومُوا اِلٰی سَیِّدِکُمْ] اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ، یہ قیام تعظیمی تھا۔ ①

جواب= (۱) مفتی صاحب نے ترجمہ حدیث غلط کیا ہے درست یہ ہے کہ اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو۔ شرح صحیح مسلم (۵/۴۸۳)، مؤلفہ مولوی غلام رسول سعیدی، طبع ربیع الثانی، ص: ۱۴۱۵ھ

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ محدثین کرام نے یہ کہا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ زخمی تھے تو ان کو اتارنے کے لیے نبی ﷺ نے کہا تھا، یہی وجہ ہے کہ [قُومُوا اِلٰی سَیِّدِکُمْ] (اپنے سردار کی طرف اٹھو) فرمایا: [قُومُوا لِسَیِّدِکُمْ] ''اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ'' نہیں فرمایا، دیکھیے: مرقاۃ: ۹/۸۳۔

اس معنی کی تائید مسند احمد کی حسب ذیل روایت سے ہوتی ہے: [قُومُوا اِلٰی سَیِّدِکُمْ فَانْزِلُوْهُ] یعنی اپنے سردار کی طرف اٹھو اور اسے گدھے سے اتارو۔''

اس حدیث میں قیام کی وجہ تعظیم نہیں بلکہ سواری سے اتارنا بتائی گئی ہے ظاہر ہے کہ زیر بحث مسئلہ سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں، مگر افسوس کہ مفتی صاحب اس سے استدلال کرتے ہیں اور پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ معنوی تحریف کرتے ہوئے بھی ان کا ضمیر انہیں ملامت نہیں کرتا، ہیں بزعم خویش ماشاء اللہ حکیم الامت اور مفسر قرآن۔

(۲) مبتدعین کا موقف ہے کہ ذکر ولادت کے وقت آنحضرت ﷺ تشریف لاتے ہیں چنانچہ بریلوی مکتب فکر کا باوا آدم مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے، تشریف آوری حضور کے

---

① جاء الحق، ص: ۲۴۹

اختیار میں ہے اور قیام تعظیمی ذکر قدوم شریف کے لیے ہے۔ ①

مفتی صاحب کا حق تھا پہلے دلائل صحیحہ سے محفل میں آنا ثابت کرتے اور بعدہ قیام تعظیمی کے لیے ثبوت دیتے، لیکن مفتی صاحب نے نہ تو آنے پر کوئی دلیل قائم کی ہے اور نہ ہی قیام تعظیمی کے لیے روایت نقل کی ہے۔

تضادات:

بریلویت نے جشن عید میلاد النبی ﷺ منا کر اپنے ہی عقیدے پر کلہاڑی چلا دی ہے اگر نبی کریم ﷺ نور مجسم ہیں جیسا کہ بریلویت کا عقیدہ ہے، حاجی محمد حبیب الرحمٰن نیازی قادری نے عقائد اہل سنت کے نام پر ایک کتابچہ لکھا ہے جس کو اس نے ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی کے فیضان نظر سے شائع کیا ہے۔ اس کے صفحہ نمبر (۹) پر لکھتا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق سے پہلے اپنے نور سے اپنے پیارے محبوب حضور نبی اکرم نورِ مجسم شفیع معظم کے نور کو پیدا فرمایا اور انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے آپ کو لباس بشریت پہنا کر تمام نبیوں کے آخر میں آپ کا ظہور فرمایا۔

جب بریلویوں کا یہ عقیدہ ہے تو پھر یہ بارہ ربیع الاول کو کیا مناتے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول کو میلاد بھی منانا اور [لَوْلَا مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی] بھی کہنا یہ دوغلا پالیسی دین اور مذہب میں بریلویت ہی کر سکتی ہے۔

۲۔ ماہ محرم کے شروع ہوتے ہی صف ماتم بچھا دی جاتی ہے اور اس مہینے کو سوگ کا مہینہ قرار دیا جاتا ہے، شیعوں کے ساتھ اس معاملے میں تعاون کرنے والے اکثر بریلوی حضرات ہی ہوتے ہیں اس مہینے میں شادی کرنا، خوشی کرنا یا جشن کا کوئی بھی فنکشن کرنے کو بہت بڑی

① فتاوی رضویہ: ۱۴۷/۶

گستاخی سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس مہینے میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی ہے۔ ایک طرف تو یہ عالم ہے اور دوسری طرف وہ شیعہ بریلوی اکٹھے ہو کر جس طرح محرم میں ماتم کرتے تھے اسی طرح ربیع الاول کے مہینے میں پورے جوبن پر آ کر جشن مناتے ہیں۔

کیا یہ عقل وخرد کے خلاف نہیں ہے؟ نواسۂ رسول ﷺ کی شہادت کے دن بلکہ پورے مہینے کو سوگ کا مہینہ بنا دیا جائے اور دوسری طرف نانائے ﷺ حسین رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن کو جشن کا دن قرار دیا جائے۔

معلوم ہوتا ہے یا تو ان میں عقل نہیں یا قصداً اور عمداً رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر گستاخیاں کی جا رہی ہیں۔

خیر الناس میں سے کسی نے یہ دن نہیں منایا:

یہ اسلام میں ایک ایسی بدعت ہے جس کے نبی ﷺ کے دور صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے دور میں نہ ہونے کا بریلوی علماء کو بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب حنفی بریلوی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ فرماتے ہیں:

"سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین نے محافل میلاد نہیں منعقد کیں بجا ہے۔"[1]

پھر اس کی تاویل کرتے ہوئے عذر گناہ بدتر از گناہ فرماتے ہیں:

"صحابہ اور تابعین کے محافل میلاد منعقد نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ دن رات دین کے اہم کاموں میں مشغول رہتے تھے مثلاً اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنا، کافروں کو مسلمان کرنا، مرتدوں اور دین کے باغیوں کو تہہ تیغ کرنا، حدود الٰہیہ قائم کرنا اور اسلام کا سورج جو کہیں غروب نہ ہوتا تھا ان تمام شہروں میں نظم ونسق قائم کرنا۔"

---

[1] شرح صحیح مسلم: ۱۷۹/۳

میں کہتا ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک انہی کاموں کی اہمیت تھی، فضول اور بے مقصد چیزوں سے ان کو کیا واسطہ۔

آج ہم انہی چیزوں کو چھوڑ کر ذلیل ہو رہے ہیں، مسنون اعمال ترک کر کے بدعات کو ایجاد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو حقیقت بات یہی ہے کہ خود رسول اکرم ﷺ جن کے نام کی یہ عید منائی جاتی ہے ان کے اعلان نبوت نے بعد ۲۳ مرتبہ یہ دن آیا لیکن آپ نے کبھی بھی اس کو عید قرار دے کر اس کے لیے خصوصی محافل قائم نہیں کیں اور نہ ہی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا امر فرمایا۔ اسی طرح آپ ﷺ کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں دو مرتبہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۱ مرتبہ یہ دن آیا دامادِ رسول عثمان بن عفان کی خلافت میں ۱۲ مرتبہ یہ دن آیا، اور دامادِ رسول ﷺ علی رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں ۵ مرتبہ یہ دن آیا اور خلافت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ایام میں ۲۰ دفعہ اور آخری صحابی ابوطفیل رضی اللہ عنہ کی وفات تک کئی بار یہ دن آیا۔ کسی صحابی نے بھی اس کو منانے کا اہتمام نہیں کیا۔

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[كُلّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلَا تَعَبَّدُوْهَا فَإِنَّ الْاَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْاٰخِرِ مَقَالًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ خُذُوْا طَرِيْقَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ][1]

"جو عبادت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کی وہ عبادت تم بھی نہ کرو کیونکہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر (عبادت کی کوئی قسم) نہیں چھوڑی۔ (جس کو بعد میں آنے والے پورا کریں) پس تم اللہ سے ڈرو۔ اے مسلمانو! پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو جس طرح انھوں نے قرآن وسنت کا رستہ اختیار کیا۔"

[1] الاعتصام، للشاطبی: ۲/۳۱۰

اسی طرح امام ابوحنیفہ، امام دارالہجرۃ امام مالک، امام مدینہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے ایام ہائے زندگی میں کئی بار یہ دن آیا لیکن کسی ایک امام نے بھی اسے عید میلاد قرار دے کر اس کا اہتمام نہیں فرمایا اور کسی ایک امام کی کتاب میں اس کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ اگر اس کا دین سے کوئی تعلق ہوتا تو رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ محدثین رحمہم اللہ ضرور اس کا تذکرہ کرتے۔ جب زمانہ نبوت اس بدعت کے ذکر سے خالی ہے تو لامحالہ یہ احداث فی الدین ہے اور مردود ہے۔

ایجاد دین میں دلیل دنیا سے:

بدعتی لوگ ایجادات دین میں کرتے ہیں اور دلیل دنیا کی پیش کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اپنی بدعت پر پیش کر دیں گے جب ان سے کہا جائے کہ عید میلاد النبی ﷺ بدعت ہے تو اس جواب میں کہتے ہیں پھر تو ہوائی جہاز بھی بدعت ہیں، موٹر سائیکل ٹرینیں، بسیں، وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں بدعت ہیں۔

میں ایسے لوگوں سے پوچھتا ہوں موٹر سائیکل ہوائی جہاز، کاریں، بسیں، ٹرینیں، وغیرہ وغیرہ کیا یہ دین میں اضافہ ہے یا یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیقات ہیں جن سے دین میں کوئی دخل اندازی نہیں ہوتی۔ جب کہ تم جشن عید میلا النبی ﷺ کو دین کہتے ہو بلکہ اپنی جماعت کی علامت تک سمجھتے ہو اور جو نہیں مناتا اسے بیدین کہتے ہو، کیا جس نے کبھی ہوائی جہاز پر سفر نہیں کیا اس کو بھی بے دین کہا جائے گا؟ کیا یہ عید میلاد النبی ﷺ ان جیسی چیز ہے یعنی یہ کوئی ٹیکنالوجی ہے یا کوئی سائنسی ایجاد ہے یہ کیا ہے؟ جب اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ پھر تو ٹرینیں ہوائی جہاز بدعت ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اندر سے مانتے ہیں کہ ہے یہ بعد کی ایجاد۔ لیکن عوام کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کے لیے یہ کہہ دیتے ہیں پھر تو ہوائی جہاز...... وغیرہ یہ سب بدعت ہیں۔

سبحان اللہ! یہ بدعتیوں کی ایسی بات ہے جس نے قیامت تک ہر ایجاد ہونے والی

بدعت کا وجود ہی ختم کردیا ہے کیونکہ اب جو کوئی جو مرضی کرے، جس مرضی رسم کو یا خرافات کو دین کے نام پر ایجاد کرلے اس کو کوئی فکر نہیں او اگر کوئی ان سے پوچھیں تو منہ کھول کر کہہ دیں پھر تو ہوائی جہاز ٹرینیں بسیں یہ بھی بدعت ہیں۔ بدعت کا چور دروازہ بلکہ واضح دروازہ کھولنے والے اگر دنیا میں تائب ہو جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ اپنی آخرت کی فکر کریں۔

پھر یہ ایک ایسی بات ہے جس نے نبی اکرم ﷺ کی بات[وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ] اور[مَنْ اَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ] کو (نعوذ باللہ) لا یعنی، بے مقصد، فضول، بیہودہ اور مہمل بنا کر رکھ دیا ہے۔ کیونکہ جب کوئی چیز بدعت ہے ہی نہیں تو پھر آپ کے مذکورہ فرامین کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی۔

بدعتیوں سے جب کوئی پوچھے کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاز پر سفر کیا تھا تو بڑی جلد فٹ بول کر کہیں گے: بے قوف اس وقت جہاز تو ہے ہی نہیں تھے، تو اب اگر ان سے یہ پوچھیں صحابہ کرام نے جشن عید میلاد النبی منائی تھی؟ تو اب کیا کہیں گے کس چیز کا نام لیں گے کہ یہ اس وقت نہیں تھی؟ کیا اس وقت میلاد نہیں تھی یا جشن نہیں تھا۔ یا عید نہیں تھی کیا نہیں تھا؟ جب یہ ساری چیزیں ہوسکتی تھیں پھر نہیں کیں تو پھر عوام کو گمراہ نہ کرو صاف کہہ دو سب کچھ ہوتے ہوئے صحابہ کرام نے نہیں کیا کیونکہ انہیں شریعت کی طرف سے اس کا حکم نہیں تھا نبی ﷺ نے نہ اس کا حکم دیا نہ کرکے دکھایا خدارا دین میں ڈنڈی نہ مارو۔

جشن عید میلاد کی ایجاد:

اس کے متعلق فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی رحمہ اللہ کا محققانہ مضمون پیش خدمت ہے، علامہ تقی الدین احمد بن علی المعروف بالمقریزی نے اپنی کتاب "المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار" (۱/۴۹۰) میں یہ عنوان قائم کیا ہے:

[ذكر الايام التى كان الخلفاء الفاطميون ينخذونها اعيادا و مواسم تتسع بها احوال الرعية و تكثر نعمهم]

''ان ایام کا تذکر جن میں فاطمی خلفاء عیدیں اور تہوار مناتے تھے جن کے ذریعے رعایا کے حالات کشادہ ہو جاتے اور ان کی نعمتیں کثیر ہو جاتیں۔''

اسی عنوان کے تحت علامہ مقریزی رقمطراز ہیں:

[كان للخلفاء الفاطميين فى طول السنة اعياد و مواسم و هى موسم رأس السنة و موسم اوّل العام و يوم عاشوراء و مولد النبى ﷺ و مولد على بن ابى طالب رضى الله عنه و مولد الحسن و مولد الحسين عليهما السلام و مولد فاطمة الزهراء عليها السلام و مولد الخليفة الحاضر ......]

''فاطمی خلفاء سال کے لمبے عرصے میں عیدیں اور تہوار مناتے تھے اور یہ تہوار سال کے شروع میں، عاشورے کے دن، میلاد النبی ﷺ اور میلاد علی رضی اللہ عنہ اور میلاد حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور میلاد فاطمہ رضی اللہ عنہا اور موجود خلیفہ کا میلاد ہوتا تھا۔''

علامہ مقریزی کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ میلاد کے موجد فاطمی خلیفے تھے اور یہ بات تقریباً ہر خاص و عام پر عیاں ہے کہ فاطمہ خلیفے عقیدتاً کٹر رافضی شیعہ تھے اور یہ میلاد ان رافضی شیعوں کی ایجاد ہے اور وہ میلاد رسول ﷺ کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کا بھی میلاد مناتے تھے۔

اس بات کا ذکر علامہ ابو العباس احمد بن علی القلقشندی '' صبح الاعشى فى صناعة الانشا'' (۴۹۸/۳_۴۹۹) میں کرتے ہوئے لکھا ہے:

[الجلوس الثالث جلوسه فى مولد النبى ﷺ فى الثانى عشر من شهر ربيع الاوّل و كان عادتهم فيه ان يعمل فى دار

الفطرة عشرون قنطاراً من السکر الفائق حلوی من طرائف الاصناف و تعبا فی ثلاث مائة صینیة نحاس فاذا کان لیلة ذلك المولد تفرق فی ارباب الرسوم کقاضی القضاة و داعی الدعاة و قراء الحضره والخطباء والمتصدرین بالجوامع بالقاهرة و مصر و قومة المشاهد وغیرهم]

''فاطمی خلیفے تیسرا جلوس ۱۲/ ربیع الاول کو میلا د النبی کا نکالتے تھے اور اس جلوس کے بارے میں ان کی عادت تھی کہ دار الفطرۃ میں ۲۰ قنطار عمدہ شکر کا مختلف اقسام کا حلوہ تیار کیا جاتا اور اسے پیتل کے ۳۰۰ برتنوں میں بانٹ کر رکھا جاتا جب میلا د کی رات ہوتی تو مختلف ارباب رسوم جیسے قاضی القضاۃ ، دعاۃ ، شہر کے قراء و واعظین اور قاہرہ و مصر کی یونیورسٹیوں کے صدور اور مزاروں کے نگران وغیرہ میں بانٹ دیا جاتا۔''

علامہ محمد نجیت الحنفی مفتی مصر اپنی کتاب '' **احسن الکلام فی ما یتعلق بالسنة و البدعة من الاحکام**'' کے (صفحہ:۴۴،۴۵) پر لکھتے ہیں کہ:

[ان اوّل من احدثها بالقاهرة الخلفاء الفاطمیون و اولهم المعز لدین الله توجه من المغرب الی مصر فی شوال سنة ۳٦۱ھ احدی و ستین و ثلاثمائة هجریة فوصَلَ اِلی نفراسکندریة فی شعبان سنه اثنتین و ستین و ثلاثمائةٍ ودخل القاهرة لسبع خلون من شهر رمضان فی تلك السنة فابتدعوا ستة موالد المولد النبوی و مولد امیر المومنین علی بن ابی طالب و مولد السیدة فاطمة الزهراء و مولد الحسن و مولد الحسین و مولد الخلیفة الحاضر و بقیت هذه المولد

علی رسومها الی ان ابطلها الافضل بن امیر الجیوش] الخ

''سب سے پہلے عید میلاد قاہرہ میں فاطمی خلیفوں نے ایجاد کی اور ان میں سب سے پہلے المعز لدین اللہ ہے جو دیارِ مغرب سے مصر کی طرف شوال ۳۶۱ھ میں متوجہ ہوا اور شعبان ۳۶۲ھ میں اسکندریہ کی سرحد تک پہنچ گیا اور قاہرہ میں اسی سال ۷۔رمضان المبارک کو داخل ہوا تو ان لوگوں نے ۶ موالید ایجاد کیں: (۱) میلاد النبی، (۲) میلادِ علی، (۳) میلادِ حسن، (۴) میلادِ حسین، (۵) میلاد فاطمہ رضی اللہ عنہا، (۶) موجودہ خلیفہ کا میلاد۔ یہ چھ موالد اپنے رسموں و رواج کے ساتھ جاری رہے حتی کہ افضل ابن امیر الجیوش نے آ کر انہیں ختم کیا۔''

یہی بات شیخ علی محفوظ نے اپنی کتاب "الابداع فی مضار الابتداع"، (ص: ۱۲۶) میں اور سید علی فکری نے " المحاضرات الفکریة"، ص (۸۴) میں " البدع فی الموالد" کے عنوان کے تحت اور دکتور علی بن محمد ناصر استاد قسم الدراسات العلیا مدینہ منورہ نے اپنی کتاب "البدعة ضوابطها و اثرها السیئة فی الامه"، ص:۱۶،۲۱، میں لکھی ہے۔

یہ تمام تفصیل ملاحظہ ہو۔ شیخ اسماعیل بن محمد الانصاری کی کتاب " القول المفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل"، ص:۶۴۔۷۲۔

ان تاریخی حوالہ جات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں فاطمی خلیفوں نے جن چھ میلادوں کو ایجاد کیا تھا اُن میں سے ایک ایجاد میلاد النبی ﷺ بھی تھی۔ اس سے پہلے زمانہ خیر القرون میں اس کا کہیں بھی وجود نہیں ملتا۔ یہ شیعہ رافضیوں کی ایجاد ہے جن کی گمراہی میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہے اور ہمارے نام نہاد مسلمانوں نے روافض کی اس عید میلاد کو اختیار کر کے اسے حبت رسول ﷺ کے نام سے جاری رکھا اور جو بعض کتب تواریخ میں عید میلاد کے موجد مظفر الدین کوکبوری کو بتلایا جاتا ہے تو ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ اول موجد اس کے رافضی تھے پھر ایک وقت میں خلیفہ الافضل بن امیر الجیوش

نے اس کو بند کر دیا تھا پھر اربل شہر میں دوبارہ اس کا اجراء مظفر الدین کوکبوری کے ایام میں ہوا۔

اربل میں میلاد کی ابتداء:

امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن اسماعیل المعروف بابی شامہ المتوفی ۶۶۵ھ رقمطراز ہیں کہ:

[و کان اوّل من فعل ذلك بالموصل الشیخ عمر بن محمد الملا احد الصالحین المشهورین و به اقتدی فی ذلك صاحب اربل وغیره][1]

''موصل شہر میں سب سے پہلے عمر بن محمد الملا جو مشہور صوفیاء میں سے تھا اس نے اسے ایجاد کیا اور اربل کے بادشاہ نے بھی اس کی اس مسئلہ میں اقتداء کی۔''

علامہ ابو شامہ رحمہ اللہ کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ عمر بن محمد نے اسے موصل میں ایجاد کیا اور اربل کے بادشاہ نے اس مسئلہ میں اس کی پیروی کی ہے۔

صاحب اربل کا تعارف:

اس کا نام ابو سعید کوکبوری بن ابی الحسن علی بن بکتگین بن محمد اور لقب الملک المعظم مظفر الدین صاحب اربل ہے۔......امام سیوطی نے لکھا ہے کہ:

[و اول من احدث فعل ذلك صاحب اربل الملك المظفر ابو سعید کوکبری][40]

''سب سے پہلے (اربل میں) جس نے میلاد کی بدعت ایجاد کی وہ اربل کا بادشاہ الملک المظفر ابو سعید کوکبری ہے۔''

علامہ یاقوت الحموی رحمہ اللہ ''معجم البلدان'' (۱/۱۳۸) میں رقمطراز ہیں:

[فانه کثیر الظلم ، عسوفٌ بالرعية، راغب فی اخذ الاموال

---

1. الباعث علی انکار البدعة والحوادث، ص: ۲۱
2. الحاوی للفتاوی: ۱/۱۸۹

من غير وجهها] الخ

''یہ بادشاہ بہت بڑا ظالم، رعایا پر بہت زیادہ جور وستم کرنے والا اور لوگوں کے اموال کو بلاوجہ غصب کرنے میں رغبت کرنے والا تھا اور اس کے ساتھ فقراء پر خرچ کرنے اور غرباء پر بہت زیادہ صدقہ کرنے والا تھا اور کفار کے ہاتھوں قیدیوں کو چھڑانے پر بہت زیادہ مال لگانے والا تھا۔''

اوراس کے بارے میں کسی شاعر کا شعر ہے:

كساعية للخير من كسب فرجها
لكِ الويل! لا تزني و لا تتصدّقي

''اس عورت کی مانند جو اپنی شرمگاہ کی کمائی کے ساتھ خیرات کرنے والی ہے اے عورت! تیرے لیے ہلاکت ہو نہ تو زنا کر اور نہ صدقہ کر۔''

علامہ یاقوت حموی کی اس صراحت سے واضح ہوا کہ یہ بادشاہ لوگوں کے اموال غصب کر کے اور رعایا پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ کر فقراء پر خرچ کرتا اور قیدی چھڑاتا اور شاعر کے مذکورہ بالا شعر کا مکمل مصداق تھا۔

اور علامہ ابن خلکان نے اپنی معروف ترین کتاب ''وفيات الاعيان وانباء ابناء الزمان'' (۴/۱۱۷) میں اس کی قائم کردہ محفل میلاد کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے تمام حالات کا ذکر کرنا تو مشکل ہے لیکن ہم اس میں سے کچھ حصہ ذکر کرتے ہیں۔ اس کے ملک والے محفل میلاد کے ساتھ اُس کے حسن اعتقاد سے خوب واقف تھے اور اربل کے قریبی شہروں مثلاً بغداد، موصل، جزیرہ سنجار، نصیبین، ملک عجم اور اطراف سے ہر سال لوگ اس کے پاس آتے تھے۔ ان میں فقہاء، صوفیاء واعظین، قراء اور شعراء ہر طرح کے لوگ ہوتے تھے۔ محرم سے لے کر ربیع الاوّل کے ابتدائی ایام تک لوگ مسلسل آتے رہتے تھے۔ اور مَلک مظفر الدین کو کبوری لکڑی کے قبے بنواتا تھا۔

ہر قبے کے چار یا پانچ طبقے ہوتے تھے۔ وہ بیس یا اس سے زیادہ قبے بنواتا تھا۔ جن

میں سے ایک قبہ اس کے لیے ہوتا اور باقی امراء اور دیگر ارکانِ حکومت کے لیے ہوتے تھے اور صفر کی ابتداء میں وہ ان قبوں کو سجا دیتے تھے اور ہر قبے میں موسیقی اور طبلے، سارنگیاں اور آلاتِ رقص وسرود رکھے جاتے تھے اور ان ایام میں لوگوں کے کاروبارِ زندگی معطل ہو جاتے اور لوگ سیر وتفریح کے لیے وہاں پہنچتے اور یہ قبے شاہی قلعے سے لے کر خانقاہ کے دروازے تک جو میدان کے قریب تھا کھڑے کر دیے جاتے اور سلطان روزانہ بعد نمازِ عصر یہاں آتا اور ہر ایک قبے کا مشاہدہ کرتا اور ان کے گانے اور جو وہ قبوں میں کرتے انہیں ملاحظہ کرتا اور خانقاہ میں رات گزارتا اور محفل سماع منعقد کرتا اور نمازِ صبح کے بعد شکار پر نکل جاتا۔

اور ظہر سے پہلے قلعے کی طرف واپس پلٹ آتا اور میلاد کی رات تک روزانہ اس کا یہی معمول ہوتا تھا اور مجلس میلاد وہ ایک سال ۸۔ ربیع الاول کو اور دوسرے سال ۱۲۔ ربیع الاول کو منعقد کرتا تھا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے اور ولادت کی رات سے دو دن پہلے وہ اونٹ، گائیں اور بکریوں کی کافی تعداد دیگر طبلے، سارنگیاں اور گانے بجانے کے آلات کے ساتھ میدان کی طرف نکلتا تھا۔ پھر وہ میدان میں انہیں ذبح کرتے اور دیگیں چڑھا دیتے اور رنگا رنگ کے کھانے پکاتے تھے اور میلاد کی رات نمازِ مغرب کے بعد قلعہ میں مجلس میلاد منعقد کرواتا تھا اور پھر قلعہ سے اس شان کے ساتھ اُترتا کہ اس کے آگے بہت سی شمعیں جلائی جاتی تھیں اور ان شمعوں میں سے دو چار بڑی شمعیں جلوس کی خاص کر ہوتی تھیں اور ان میں ہر شمع ایک خچر پر رکھی ہوتی تھی اور اس کے پیچھے ٹیک لگانے کے لیے ایک آدمی ہوتا اور وہ شمع خچر کی پشت پر بندھی ہوتی تھی یہاں تک کہ وہ خانقاہ تک پہنچتا۔

سبط ابن الجوزی نے ''مرآۃ الزمان'' (۶۸۱/۸) میں لکھا ہے:

[حكى بعض من حضر سماط المظفر في بعض الموالد انه عد في ذلك السماط خمسة آلاف راس غنم مشوى و عشرة آلاف دجاجة و مائة فرس ، مائة الف زِبْدِيَة و

ثلاثين الف صحن حلوى قال و كان يحضر عنده في المولد اعيان العلماء و الصوفية فيخلع عليهم و يطلق لهم و يعمل للصوفية سماعا من الظهر الى الفجر و يرقص بنفسه معهم و كان يصرف على المولد كل سنة ثلاث مائة الف دينار] ①

''ملک مظفر کوکبوری کے منعقد کردہ میلاد کے دستر خوان پر حاضر ہونے والے افراد میں سے ایک نے بیان کیا کہ اس نے دستر خوان پر ۵ ہزار بھنی ہوئی بکریاں اور دس ہزار، مرغیاں، ۱۰۰ گھوڑے اور ایک لاکھ مٹی کے پیالے اور ۳۰ ہزار حلوے کی پلیٹیں شمار کیں اور اس کے پاس محفل میلاد میں بڑے بڑے مولوی اور صوفی حاضر ہوتے تھے اور انہیں خلعت فاخرہ پہناتا اور ان کے لیے خیرات کے دروازے کھول دیتا اور صوفیاء کے لیے ظہر سے فجر تک محفل سماع منعقد کرتا اور بذاتِ خود ان کے ساتھ مل کر ڈانس کرتا اور ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔''

مندرجہ بالا توضیحات سے ملک مظفر کوکبوری کی منعقد کردہ محفل میلاد کی ہیئت واضح ہوگئی کہ اربل شہر میں جو اس نے مجلس میلاد منعقد کی اس میں خلافِ شرع اُمور مثلاً گانا بجانا سنتا، محفل سماع منعقد کر کے رقص کرتا، حالانکہ یہ تمام امور رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں۔

اس فضول خرچ ظالم بادشاہ کو اس وقت محفل میلاد کے لیے قرآن وسنت کی نصوص کو مختلف تاویلاتِ باطلہ کا لبادہ اُوڑھا کر مواد فراہم کرنے والا ایک مولوی مل گیا جس نے اس موضوع پر ایک کتاب بنام '' التنوير في مولد البشير النذير ''مرتب کر کے اس سے ایک ہزار دینار انعام حاصل کیا۔ ملاحظہ ہو:''البداية والنهاية'' (۱۴۴/۱۳)،''وفيات الاعيان'' (۱۱۹/۴، ۴۴۹/۳)،''الحاوي للفتاوي'': (۱۸۹/۱)

① الحاوي للفتاوي للسيوطي: ۱/۱۸۹۔۱۹۰، البداية والنهاية: ۱۲/۱۲۴، سبل الهدى والرشاد: ۱/۳۶۲

اس کا مکمل نام عمر بن الحسن ابو الخطاب بن دحیۃ الاندلسی ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:[متهمٌ في نقله] یہ اپنی نقل میں متہم ہے۔ ①

حافظ الضیاء فرماتے ہیں: [لم يعجبني حاله كان كثير الوقيعة في الائمة ثم قال اخبرني ابراهيم السنهوري ان مشايخ المغرب كتبوا له جرحه و تضعيفه]

''مجھے اس کی حالت اچھی نہیں لگی کہ وہ ائمہ محدثین کی شان میں گستاخی کرتا تھا پھر کہا مجھے ابراہیم سنہوری نے خبر دی ہے کہ مغرب کے شیوخ نے اس پر جرح اور ضعف کا حکم لکھا ہے۔''

امام ابن نجار نے فرمایا: [رايت الناس مجتمعين على كذبه و ضعفه و ادعائه سماع ما لم يسمعه و لقاء من لم يلقه] ②

''میں نے اس کے جھوٹ اور ضعف پر اور ایسی باتوں کے سماع کا دعویٰ کرنے جو اس نے نہیں سنیں اور ایسے لوگوں کی ملاقات کا دعویٰ کرنا جن سے ملاقات نہیں ہوئی، پر ائمہ محدثین کو مجتمع پایا ہے۔''

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[و كان ظاهري المذهب كثير الوقيعه في الائمة و في السلف من العلماء خبيث اللسان احمق شديد الكبر قليل النظر في امور الدين متهاوناً] ③

''یہ ظاہری مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور ائمہ محدثین اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی شان میں گستاخی کرتا تھا خبیث اللسان، احمق اور بہت زیادہ متکبر اور دینی اُمور

① میزان: ۱۸۶/۳

② لسان المیزان: ۲۹۵/٤

③ لسان المیزان: ۲۹٦/٤

میں تہی دامن اور سست تھا۔''

امام سیوطی نے ''طبقات الحفاظ''، ص: ۴۹۸) پر اس کے بارے میں لکھا ہے کہ:

" و كان مع معرفته و حفظه مجازفا في النقل مع الدعاوى العريضه و يستعمل (حدثنا) فى الاجازة]

''یہ اپنی معروف اور قوتِ حفظ رکھنے کے ساتھ نقل میں انکل پچو سے کام لیتا تھا۔ اور لمبے چوڑے اور بلند بانگ دعوے کرتا تھا اور روایت کی اجازت میں (حدثنا) کا لفظ استعمال کر لیتا تھا یعنی تدلیس سے کام لیتا تھا۔''

ائمہ دین رحمہم اللہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد کے لیے کتاب لکھنے والا کوئی ثقہ عالم نہ تھا بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق خبیث اللسان، متکبر اور گستاخ آدمی تھا۔
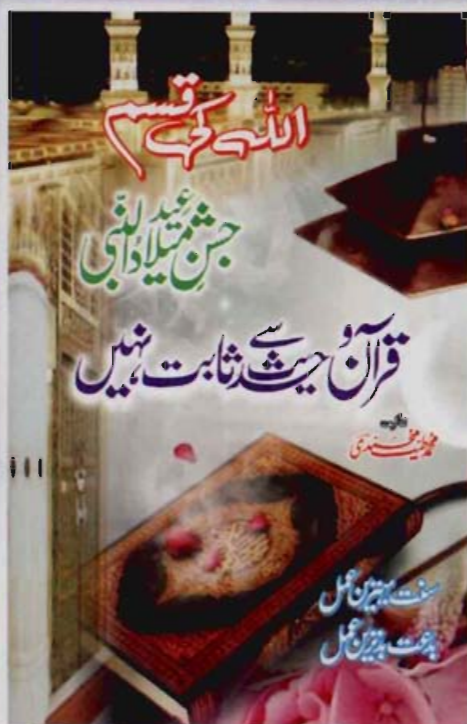
ادارہ تحقیقات سلفیہ

آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ 0300-7453436